کرونا (کووڈ-19)

مسائل و احکام

از
محمد عبید اللہ الاسعدی
جامعہ عربیہ، ہتورا باندہ

مکتبہ احسان لکھنؤ

©جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کرونا (کووڈ-19)
مسائل و احکام

از

محمد عبید اللہ الاسعدی
جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

باہتمام

محمد طاہر احسان و مولانا عرفان ندوی

Crovna (Covid-19)
Masail w Ahkam

By:
Muhammad Ubaidullah Al-Asadi
Jamia Arabia, Hathura, Banda

Edition : 2020
Pages : 104

گزارش: ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ کتاب میں کوئی غلطی باقی نہ رہے پھر بھی اگر کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرمائیں، تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہوسکے۔ جزاکم اللہ

مکتبہ احسان لکھنؤ
MAKTABA AHSAN
504/119, Tagore Marg, Daliganj, Lucknow-20 (U.P.)
M.: 9793118234 & 9335962413
E-mail : maktabaahsan1@gmail.com

Scanned with CamScanner

کرونا (کووڈ-19)

مسائل و احکام

از
محمد عبید اللہ الاسعدی
جامعہ عربیہ، ہتھورا باندہ

مکتبہ احسان لکھنؤ
MAKTABA AHSAN
Lucknow-226020

Scanned with CamScanner

کتابوں میں عموماً عام حالات کے احکام مذکور ہوتے ہیں جب کہ خاص حالات کے احکام مختلف ہوتے ہیں جو بسا اوقات اصل مواقع کے بجائے دوسرے مواقع میں مذکور ہوتے ہیں یا مذکور ہی نہیں ہوتے، قواعد و قرائن سے نکالے جاتے اور سمجھے جاتے ہیں۔

Scanned with CamSc

طلوعِ آفتاب کے وقت نماز پڑھنا منع ہے لیکن فقہاء نے لکھا ہے:

عوام کو اس سے منع نہ کیا جائے کہ وہ نماز ہی کو چھوڑ دیں گے اور جو نماز بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہو اس کی ادائیگی اس کے ترک سے بہتر ہے[1]۔

مطلب یہ ہے کہ عوام کی نسبت سے سوچا جا سکتا ہے اور سوچنا چاہئے کہ جو ہو سکے کرنے دو اور اجازت دو جیسا کہ مفتی عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمۃ نے گھر کی مسجد میں اعتکاف کی نسبت سے فرمایا۔

شاید ان حضرات کے سامنے مصنف عبدالرزاق (۳/ ۲۷۲ و ۲۷۳) میں مروی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اثر ہے کہ وہ عیدگاہ پہونچے تو کچھ لوگ نماز پڑھ رہے تھے، ان سے عرض کیا گیا کہ منع کر دیں؟ فرمایا: میں اس آیت "أَرَءَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ۝ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ۝" کا مصداق کیوں بنوں؟

(حدیث نمبر ۵۶۰۵ و ۵۶۲۶ بزار وغیرہ نے اس کو مزید تفصیل سے روایت کیا ہے اور مصنف عبدالرزاق وغیرہ کی روایات کے مطابق صحابہ و تابعین میں کچھ حضرات عید کے دن نماز سے قبل گنجائش کے قائل تھے)۔

---

[1] درمختار ۲/ ۳۰ و ۱۳

Scanned with CamSc

فہرست مضامین

۱ تحریر انیق از مولانا مفتی عتیق احمد صاحب ۹
۲ پیش لفظ ۱۲
۳ شریعت کے احکام عزیمت ورخصت ۱۷

طہارت ونظافت (۲۸-۲۴)

۴ الکوہل والی اشیاء ۲۴

نماز کے مسائل (۵۶-۲۹)

اذان ۲۹
۵ اذان کن نمازوں کیلئے ہے ۳۱
۶ نماز کے علاوہ کسی موقع سے اذان ۳۱
۷ اذان کے ساتھ گھروں میں نماز پڑھنے کا اعلان ۳۲
۸ گھروں کی نماز کیلئے اذان واقامت ۳۲
۹ اذان دعوت ایمان بھی اور سکون قلب کا سامان بھی ۳۳
۱۰ جماعت اور صف بندی ۳۵
۱۱ صف بندی کی شکل ۳۶
۱۲ مسجد کے ماسو جگہوں میں نماز و جماعت کا ثواب ۳۷
۱۳ گھروں کی جماعت میں صف بندی واقتداء ۳۸

Scanned with CamSc

۱۴ متعدی اور تکلیف دہ امراض والے مریضوں کا گھر ہی میں نماز ادا کرنا اور مسجد سے دور رہنا ۳۹

۱۵ معذور افراد زیادہ ہوں تو مسجد سے الگ ان کی جماعت کا نظام بنانا ۴۰

۱۶ معذوروں سے احتیاط مگر دل شکنی نہ ہو ۴۱

۱۷ نماز کے حال میں ماسک ۴۲

۱۸ نماز جمعہ ۴۲

۱۹ اذن سلطان ۴۳

۲۰ اذن عام ۴۴

۲۱ نماز جمعہ اور مسجد ۴۶

۲۲ گھروں کا جمعہ مزاجوں میں تشتت پیدا کریگا ۴۷

۲۳ جمعہ کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں تعداد شرکاء ۴۸

۲۴ ایک ہی مسجد میں ایک سے زائد جماعت ۴۹

۲۵ خاص حالات میں جمعہ میں تعدد و توسع کی مصلحت ۵۱

۲۶ عیدین ۵۲

۲۷ جمعہ وعیدین کی چھوٹی جماعتیں اور خطبہ ۵۲

۲۸ عیدین میں تعداد شرکاء ۵۳

۲۹ جمعہ کے دن ظہر، جمعہ کے محل وجگہ میں ۵۴

۳۰ گھروں میں ہونے والی جماعت میں گھر کی عورتوں کی شرکت ۵۶

Scanned with CamScanner

رمضان(۲۹-۵۷)

۳۱ روزہ....................................۵۷
۳۲ تراویح....................................۵۹
۳۳ آن لائن نماز....................................۶۰
۳۴ تراویح میں موبائل کے واسطے سے قرآن سننا....................................۶۰
۳۵ تراویح میں قرآن مجید ہاتھ میں رکھنا اور دیکھ کر پڑھنا....................................۶۰
۳۶ گھر میں ہونے والی جماعت میں عورتوں کی شرکت....................................۶۱
۳۷ اعتکاف....................................۶۳
۳۸ زکوۃ اور صدقہ وخیرات....................................۷۰
۳۹ مسئلہ تملیک....................................۷۶
۴۰ حج وعمرہ اور قربانی....................................۷۷
۴۱ نکاح....................................۸۰

معاملات(۸۲-۸۴)

۴۲ اجرت وملازمت....................................۸۲
۴۳ اخلاقی ورعایتی قرض....................................۸۴
۴۴ امراض اور چھوت چھات....................................۸۵
۴۵ ایسی دواؤں کا استعمال جس میں کسی ممنوع چیز کے ملے ہوئے ہونے
کا تذکرہ وخیال ہو....................................۸۸

Scanned with CamSc

۴۶ داڑھی منڈانا مریض کیلئے یا اسپتال کے عملے کیلئے......۸۹

۴۷ کرونا کی کٹ میں وضو ونماز......۹۰

۴۸ مرض کا تعدیہ چھوت چھات نیز اسلام کا نظریہ......۹۲

۴۹ متعدی مرض اور موروثی مرض......۹۵

۵۰ وبائی بیماری......۹۷

۵۱ متعدی بیماری اور وبائی بیماری......۹۹

۵۲ وبائی بیماری میں بیماروں اور بیماری کی جگہ سے دور رہنا......۱۰۰

موت اور اس کے احکام (۱۰۳-۱۱۳)

۵۳ غسل وتیمم......۱۰۳

۵۴ کرونا جیسے امراض کی وجہ سے موت اور شہادت......۱۰۴

۵۵ کفن......۱۰۵

۵۶ نماز......۱۰۵

۵۷ تدفین......۱۰۶

۵۸ میت کے بدن میں براہ راست مٹی......۱۰۷

۵۹ غیر مسلموں کے قبرستان میں مسلم کی تدفین......۱۰۷

۶۰ غیر مسلموں کی عیادت، تعزیت تجہیز وتکفین میں شرکت......۱۰۸

متفرقات (۱۱۵-۱۱۷)

۶۱ حکومت کی ہدایات پر عمل......۱۱۵

Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحریر انیق

از مولانا مفتی عتیق احمد صاحب بستوی استاذ دار العلوم لندوۃ العلماء

اسلامی شریعت جامع شریعت ہے جس میں ہر طرح کے احکام و مسائل ہیں، عام معتدل حالات کے علاوہ غیر معتدل حالات کے احکام و مسائل کا اچھا خاصا ذخیرہ کتاب وسنت اور فقہ اسلامی میں موجود ہے، فقہ اور اصول فقہ پر نظر رکھنے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ اسلامی قانون میں احکام رخصت کے اصول وکلیات کا خاصا بڑا ذخیرہ ہے جن کو فقہاء اسلام نے اپنے دور کے مسائل کو حل کرنے اور امت مسلمہ کیلئے یسر و سہولت پیدا کرنے میں برابر استعمال کیا ہے۔

۲۰۱۹ء میں پوری دنیا کرونا کی وباء سے دو چار ہوئی اور اس وباء نے زندگی کے تمام ابواب کو پوری طرح متاثر کیا، بے شمار ایسے مسائل پیدا ہوئے جن کا تصور بھی پہلے ادوار میں نہیں کیا جاسکتا تھا، عبادات سے لے کر معاملات و معاشرت تک کے پیچیدہ مسائل کا انبار اہل علم اور اصحاب افتاء کے سامنے جمع ہو گیا اور پوری دنیا میں لوگ علماء اور اصحاب افتاء سے کرونا سے پیدا شدہ نئے مسائل و سوالات کے بارے میں دریافت کرنے لگے۔

اللہ کا شکر ہے کہ ہر ملک کے علماء اور اصحاب افتاء نے کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں کرونا کے پیدا کردہ مسائل کا شرعی حل تلاش کرنے کی بھر پور کوشش کی اور اپنے اپنے فہم وبصیرت کے مطابق سوالات کے جوابات دینے اور ان کے بارے میں حکم شرعی واضح کرنے کی کوشش کی۔

کرونا کی وباء سے پوری دنیا پہلی بار دو چار ہوئی اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے، دنیا میں وبائی امراض مختلف ادوار میں اور مختلف ملکوں میں ظاہر ہوئے لیکن کرونا جیسی وباء کی

Scanned with CamSc

کوئی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی جس کا دائرہ اتنا وسیع اور اس کے اثرات اتنے بھیانک اور اتنے دوررس ہوں، اسلامی شریعت کی جامعیت اور اس کا ہر دور میں اور ہر طرح کے حالات میں رہنمائی کے قابل ہونا دور حاضر میں پھر روز روشن کی طرح واضح ہوا اور دنیا نے دیکھا کہ علماء دین، اصحاب فقہ وافتاء اور کتاب وسنت پر گہری نظر رکھنے والے محققین نے کرونا کے پیدا کردہ مسائل ومشکلات کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ حل کیا اور نئے مسائل وسوالات کے جوابات دیے۔

بہت سے مسائل میں اختلاف رائے بھی ہوا اور نئے پیش آمدہ مسائل میں اختلاف رائے کا ہونا نہ حیرت انگیز ہے اور نہ ہی معیوب ہے، ضرورت اس کی ہے کہ پورے غور وخوض کے بعد شریعت کے مقاصد وکلیات اور اس کے مزاج ومذاق کا لحاظ کرتے ہوئے شرعی حل پیش کیا جائے اور وہ حل بھی ایسا ہو جو لوگوں کیلئے قابل عمل ہو۔

یہ بات خوش آئند ہے کہ علماء امت نے کرونا کے مسائل میں خاموشی اختیار نہیں کی بلکہ حسب ضرورت امت مسلمہ اور انسانیت کی رہنمائی کرتے رہے، لیکن اس کی ضرورت ہے کہ فوری حالات اور تقاضوں کے تحت جو جوابات دیے گئے ان پر دوبارہ غور وخوض کیا جائے اور ان پر نظر ثانی کا سلسلہ جاری رہے، میں سمجھتا ہوں کرونا کے پیدا کردہ جن مسائل وسوالات کے بارے میں متضاد فتاویٰ اور فقہی آراء سامنے آئی ہیں سکون واطمینان کے ساتھ از سر نو غور وخوض کرنے، علمی بنیادوں پر ان کا جائزہ لینے اور متضاد نقاط نظر کو ایک دوسرے سے قریب لانے کی ضرورت ہے، سب سے ضروری بات یہ ہے کہ کوئی فرد یا گروہ اپنی رائے اور نقطہ نظر کو حرف آخر نہ سمجھے اور مخالف نقطہ نظر پر اس طرح کی تنقید نہ کرے گویا کہ وہ سراسر باطل اور بے اصل ہے۔

ہمارے حلقہ احباب میں جن علماء نے کرونا کے پیدا کردہ مسائل پر بروقت شرعی رہنمائی کی ذمہ داری سوشل میڈیا کے ذریعہ انجام دی ان میں ہمارے دوست حضرت مولانا مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی بھی ہیں جو جامعہ عربیہ ہتورا باندہ کے شیخ الحدیث

Scanned with CamSc

اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے سکریٹری برائے سیمینار ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں علم و تحقیق، تفقہ واستنباط کا اچھا ذوق عطا فرمایا ہے، حدیث، فقہ دونوں پر وسیع اور گہری نظر رکھنے کی وجہ سے وہ اس کام کے ہر طرح اہل ہیں کہ نئے مسائل وسوالات کے بارے میں امت کی رہنمائی فرمائیں، ان کی بہت سی تصانیف علمی حلقوں سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں۔

لاک ڈاؤن کے دوران ان کا قیام لکھنؤ میں رہا، لوگ ان سے زبانی اور ٹیلی فون کے ذریعہ سوالات کرتے رہے، انہوں نے کرونا سے متعلق مسائل پر متعدد تحریریں لکھیں اور سوشل میڈیا پر اسے ڈالتے رہے تاکہ اس سے استفادہ کا دائرہ وسیع ہو جائے۔

اس عرصہ میں مجھ سے ملاقاتیں ہوتی رہیں اور وہ مختلف مسائل پر تبادلہ خیالات بھی کرتے رہے جس کی وجہ سے مجھے واقفیت تھی، وہ کرونا سے پیدا کردہ مسائل پر برابر غور و فکر کر رہے ہیں اور ان کا قلم اس موضوع پر رواں دواں ہے۔

انہوں نے اپنے احباب اور شاگردوں کی فرمائش پر اپنی ان تحریروں کو تحفہ کرونا (رخصت اور رخصت کے حالات واحکام پر مشتمل مجموعہ) کے نام سے مرتب کر دیا ہے جو اہل علم کیلئے بہترین تحفہ ہے اور اس میں کرونا سے متعلق اکثر مسائل وسوالات کے جوابات سادہ اور سلیس انداز میں آگئے ہیں۔

انہوں نے تقریباً تمام مسائل میں رخصت اور یُسر کے پہلو کو ملحوظ رکھا ہے اور مسائل کو حل کرتے وقت صرف فقہی جزئیات کا سہارا نہیں لیا ہے بلکہ مقاصد شریعت اور شرع کے اصول وکلیات کو زیادہ پیش نظر رکھا ہے، اُن کی بعض آراء سے اختلاف رائے کیا جا سکتا ہے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انہوں نے کرونا کے پیدا کردہ پیچیدہ مسائل کی تہہ تک پہونچنے اور ان کا ایسا شرعی حل تلاش کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے جو قابل عمل ہو اور امت کیلئے سہولت کا باعث ہے۔

میری دعا ہے کہ مولانا کی علمی کوشش عنداللہ مقبول ہو اور علماء اور طلبہ کے حلقے میں اسے قبولیت حاصل ہو۔

Scanned with CamScanner

نحمده ونصلى على رسوله الكريم

پیش لفظ

رخصت (تعطیل) کے ایام گھر (لکھنؤ) میں ہی گزرا کرتے ہیں اگرچہ اس وقفہ میں کچھ نقل وحرکت۔ سفر کا سلسلہ بھی رہتا ہے۔ ماہ مبارک میں بھی، ادھر چند سالوں سے اللہ والوں کی خدمت میں۔ محض اس جذبہ کے تحت کہ سال بھر تو طلباء کو سناتے رہتے ہیں کم ازکم اس ماہ میں اللہ والوں سے کچھ سنیں۔ کچھ وقت گزرتا ہے۔

عموماً اور بالخصوص ادھر چند سالوں میں اس وقفہ میں لکھنے پڑھنے کا کچھ کام نہیں ہوتا ایک تو اس وجہ سے کہ ادھر عوارض نے کچھ تعطل سا کر دیا ہے، دوسرے یہ کہ اس کام کے اسباب میرے لیے سب مدرسہ چھوڑا۔ میں ہیں اور گھر پر خالی ہاتھ ہوتا ہوں چند سال قبل تک تو یہ ہوا ہے کہ ماہ مبارک کی طویل تعطیل میں ضروریات زندگی کے ساتھ کچھ علمی وقلمی کام کرنے کا سامان بھی ہوتا۔ اور کام کرتا۔

امسال تو چھٹی اچانک ہی افراتفری میں ہوئی اس طرح کہ گھر تک پہونچنے کو سوچنا مشکل ہوا جس کے ساتھ ذہن میں یہ آیا کہ نہ گئے تو مدرسہ میں رہ کر کچھ کام کریں گے جس کا تقاضا ہے لیکن ہو نہیں رہا۔

تاہم ۲۳ر مارچ کی صبح کو نکل کھڑے ہوئے کہ اللہ مالک ہے، چلتے ہیں اس وقت تک بہت سختی نہیں ہوئی تھی چنانچہ بآسانی لکھنؤ کے جوار میں داخل ہوگئے اور پھر روک سامنے آنے لگی، ہوائی جہاز کے تین مسافر ساتھ تھے ان کے حوالے سے ایئرپورٹ تک جانے کی راہ ملتی رہی مگر سیدھی نہیں بلکہ اِدھر جاؤ، اُدھر جاؤ۔ بہرحال کسی طرح ایئرپورٹ پر مسافروں کو چھوڑ کر جب شہر میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو ہدایت ملی ادھر جاؤ کدھر، رائے

Scanned with CamSc

بریلی یا سلطانپور۔

آخر گاڑی چھوڑ دی گھر سے بیٹوں کو موٹر سائیکل کے ساتھ بلایا، کھڑے انتظار کرتے رہے، اس بیچ کہا گیا آگے بڑھ جاؤ، پولیس والے خبر لے سکتے ہیں، مگر کھڑے رہے۔

آخر سواریاں آئیں اور کسی طرح گھر تک پہونچے، شاہراہ کے بجائے گلیوں اور اندرونی سڑکوں سے، دو ایک جگہ روک کا سامنا کرتے ہوئے۔

ظاہر ہے کہ موجودہ حالات میں گھر کا قیام بھی قید و بند کا ہے، کہیں آنا جانا، نکلنا ملنا سب بند یا برائے نام، اس حال و ماحول میں یہ خیال آیا کہ کام کا سامان لائے ہوتے مگر اب کیا۔

لیکن اس قید و بند کے حالات نے کام کا کچھ نظام بنا دیا، یوں کہ موجودہ حالات کی نسبت و مناسبت سے سوال و جواب و تحریر کا سلسلہ شروع ہوگیا، کچھ فون سے اور کچھ واٹس ایپ سے جب کہ دوسری چیز کو بالخصوص علمی کاموں کے لیے استعمال کرنا میں پسند نہیں کرتا یا توسع نہیں اس خیال سے کہ پتہ نہیں کہاں جائے اور کس کو پہنچے مگر ضرورت کی وجہ سے کیا اور خوب کیا۔

سب سے پہلا سوال تو رانچی ایئرپورٹ پر (۲۰ / مارچ جمعہ) کو سامنے آیا جب بندشوں کا مسئلہ کچھ زیادہ سامنے نہ تھا کہ ایک مسجد میں دو مرتبہ جمعہ پڑھ سکتے ہیں، پولیس زیادہ تعداد سے منع کر رہی ہے، پھر بتھورا پہونچے تو مزید چیزیں سامنے آنے لگیں بعض تحریریں و تقریریں اس انداز کی کہ حکومت کی آواز پر مسجدوں کا بند کر دینا ہی بہتر ہے اور مسئلہ کو مسلم و غیر مسلم نہ بنایا جائے، جب کہ دوسروں نے بنا ہی دیا۔ اس پر بھی کچھ اظہار خیال کیا گیا۔

اس کے بعد تو بہت سے سوالات آنے لگے اور جوابات بھی، جن کے مدنظر حسب توفیق زبانی فون پر یا تحریراً واٹس ایپ میں جواب دیا گیا اور موجودہ حالات میں جو کچھ

Scanned with CamSc

کہا گیا بہت سے حضرات نے اس پر خوشی واطمینان کا اظہار کیا۔ یہ سوال وجواب کا سلسلہ اندرون ملک وبیرون سب رہا، بحمداللہ۔

وقت گزرنے کے ساتھ جس میں زیادہ تر بستر پر ہی پڑا رہتا ہوں خیال آیا کہ کیوں نہ ان حالات کے سوالات وجوابات کو قلمبند کرلیا جائے کہ آئندہ ضرورت پر اپنے بھی کام آئے اور دوسروں کے بھی۔

لہٰذا یہ کام شروع کیا گیا۔ ماہ مبارک کی آمد آمد ہے اور عجیب انداز میں کہ سوچ کر دکھ ہوتا ہے کہ ماہ مبارک دین کی اس کسمپرسی کے حال میں بھی رونقیں لایا کرتا تھا لیکن امسال تو ماحول ستانے کا ہے، اس ماہ مبارک میں مسجدوں کی رونقوں کے ساتھ مسلم آبادیوں، محلوں کی رونقیں بھی قابل دید وشنید ہوا کرتی ہیں مگر ہائے کہ امسال کچھ عجیب معلوم ہورہا ہے۔ حق تعالیٰ ماہ مبارک کی برکت سے ماحول کو ہموار وسازگار کرے اور سابقہ رونقوں کو لوٹانے کا انتظام کرے۔

حالات کے مدنظر چونکہ مختلف قسم کے سوالات اٹھے، اور مختلف چیزوں سے متعلق، لہٰذا ان سب امور کو سامنے رکھ کر یہ تحریر مرتب کی گئی ہے۔ مرض اور مرض کا علاج تو الگ مسئلہ ہے، مرض کی نسبت سے پیدا ہونے والے حالات میں سوالات، نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور کفن ودفن سب سے متعلق پیدا ہوئے اور سامنے آئے تو ان سارے امور کو ایک ترتیب کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ صواب کی توفیق کے ساتھ اس کو ثواب کا ذریعہ بنائے۔ میں نے اس مجموعے کو دو نام دیئے ہیں "تحفۂ کرونا" اس لیے کہ اس میں کرونا سے پیدا ہونے والے مسائل کے احکام کو ذکر کیا گیا ہے۔ اور "تحفۂ رخصت" کہ یہ مجموعہ رخصت کے احکام پر مشتمل ہے اور رخصت کے زمانہ میں مرتب کیا گیا ہے۔

دوسری بات یہ کہ بہت سے مسائل میں معروف احکام سے الگ ہٹ کر اور بہت مختلف احکام بیان کئے گئے ہیں تو یہ خاص حالات کے پیش نظر نیز یہ کہ ان احکام کو

Scanned with CamSc

اختیار کرنے میں میں تنہا نہیں ہوں دوسرے متعدد حضرات نے ان کو تحریروں میں ذکر کیا ہے یا زبانی مذاکرے میں تائید کی ہے۔ شاید و باید کہیں کوئی ایسی چیز ہوگی جو تنہا اور صرف میری ہو تو اس کی اصل کتابوں میں موجود ہے اور اس لیے اپنے پورے اطمینان کے ساتھ میں نے اس کو اختیار کیا ہے۔

اکثر مسائل میں کم از کم دیرینہ رفیق - مولانا مفتی عتیق کی موافقت رہی ہے جبکہ کئی مسائل میں مولانا خالد سیف اللہ صاحب کی موافقت کے ساتھ ان کی الگ رائے بھی رہی - علم کا باب ہے صاحب علم کو رائے رکھنے کا حق ہے۔

توسع کی راہ اختیار کرنے میں یہ جذبہ پیش نظر رہا کہ عامۃ المسلمین دین و شریعت اور شرائع اسلام اور شعائر اسلام سے جڑے رہیں جس کی ہر زمانہ میں اہمیت رہی اور آج تو بہت ہے، حضرت تھانوی فرمایا کرتے تھے شریعت کے دائرہ میں لحاظ رکھتے ہوئے جو رخصت، وسعت دی جائے اس سے عوام کے دلوں میں دین اور شریعت کی عظمت میں اضافہ ہوتا ہے، اسی لئے حضرت فرماتے کہ جو ممکن ہو رخصت دی جائے آج رخصت و وسعت والی چیزوں کو حرام قرار دینے کا زمانہ نہیں بلکہ آج تو حرام میں بھی اگر راہ نکلے تو وسعت دی جائے، خود حضرت نے ایک موقع سے تعزیہ داری کی رخصت دی اور فرمایا کہ یہ رخصت اس لئے کہ جن کو اجازت دی گئی ان کیلئے یہ بدعت وقایہ کفر تھی۔ (ملفوظات تھانوی جلد چہارم)

موجودہ ماحول میں سامنے آنے والے مسائل میں جو رخصت و گنجائش کا پہلو ارباب افتاء نے اختیار کیا کچھ حضرات نے اس کے مقابلہ میں نکیر و انکار کو اپنایا کہ یہ سب حکومت وقت کے سامنے رہنے کی باتیں ہیں اور گویا غلط ہیں۔

ایسے حضرات وہ ہوتے ہیں جو خود بہر حال پس پردہ رہتے ہیں سامنے نہیں آتے اور نہ حالات کی نزاکتوں کو سمجھتے ہیں۔

یہ دبنے اور مداہنت کی راہ نہیں بلکہ اس کی رعایت کہ شریعت کا دامن بھی نہ

Scanned with CamSc

چھوٹے شرائع وشعائر سب حتی الامکان زندہ رہیں اور ان کو زندہ رکھنے کی سعی کی جائے اور خود کو قانونی گرفت سے محفوظ رکھا جائے کہ جس کا سامنا کام کرنے والا ہی کرتا ہے دوسرے زبانی باتیں بہت کرتے ہیں عملاً ساتھ نہیں دیتے، نہ کھڑے ہوتے ہیں۔

مسجد کے معاملہ میں متولی اور امام ومؤذن ہی سامنے رہے کسی خلاف ورزی پر ان کی گرفت کا اعلان اور پھنس جائیں تو ضمانت اور کورٹ کچہری وہی جھیلیں، ہر جگہ اور ہر ایک کو افضال انصاری (اللہ ان کی اور اہل خانہ کی حفاظت فرمائے) میسر نہیں کہ شہر میں حکام نے اذان بند کرادی اور کسی طرح نہ مانے تو ہائی کورٹ تک پہونچ گئے، دانشورانہ اور بسا اوقات بظاہر بڑا وجدانہ اظہار خیال کرنے میں ان امور کو بھی سامنے رکھنا چاہئے۔

اس تحریر کو تیار کرنے میں بہت سے حضرات کے سوال وجواب سے استفادہ کیا کتابوں کے علاوہ میں ایسے سب حضرات کا مشکور ہیں کہ ان کے مسائل اہل تعلق کے استفسار کے نتیجے میں سامنے آئے اور بالخصوص محب مکرم مولانا عتیق صاحب کا مشکور ہوں کہ انہوں اس مجموعہ پر اچھی نظر کے ساتھ اچھی تحریر لکھی، نیز مکتبہ احسان کا مشکور ہوں کہ انہوں اشاعت کی طرف توجہ کی۔

فقط

محمد عبید اللہ الاسعدی غفرلہ
مقیم حال باقی بسیرا، آزاد نگر
خودال مسجد، بالا گنج لکھنؤ

Scanned with CamSc

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھم الھمنا مراشد امورنا واعذنا من شرور انفسنا

شریعت کے احکام

عزیمت ورخصت

شریعت محمدیہ عین فطرت کے مطابق اور سراپا رحمت ہے، اس میں انسانی فطرت کے مطابق احوال ،حاجات، جذبات، نیز انسانوں کو پیش آنے والے وقتی وغیر وقتی احوال وعوارض کی جو رعایت ہے وہ دنیا کے کسی مذہب کیا دوسرے آسمانی مذاہب میں بھی نہیں جو در اصل اس شریعت کے آخری اور ابدی ہونے کی وجہ سے ہے۔

انسانوں کو جو کچھ پیش آیا، جو پیش آتا ہے اور جو پیش آ سکتا ہے اس سب کی رعایت وہدایت صرف اس دین ومذہب کی خصوصیت ہے جس کا سرچشمہ آخری آسمانی کتاب قرآن مجید ہے اور جس کو آخری نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم آخری امت کے لیے لے کر آئے ہیں۔

انسانوں کو پیش آنے والے حالات دو طرح کے ہوتے ہیں عام اور خاص، پھر دونوں دو طرح کے ہیں:

عام حالات کا ایک حصہ وہ ہے جو ہر انسان کے لیے ہے اور ہر انسان کا اس سے سابقہ ہے، دوسرا حصہ وہ ہے جس کا سامنا انسان اپنے عام حالات وعام زندگی میں کرتا ہے۔

خاص حالات بھی دو طرح کے ہیں، ایک حصہ وہ جس کا سابقہ بعض انسانوں

Scanned with CamSc

کو ہوتا ہے، سب کو نہیں اور دوسرا حصہ وہ ہے کہ جس کا سامنا عام انسانوں کو کبھی کبھی کرنا پڑتا ہے۔

اور شریعت نے ہم کو جو رہنمائیاں اور احکام دیئے ہیں ان میں ان سارے حالات، عام وخاص، اور عام وخاص کی ہر دو قسم کا لحاظ کیا ہے، اس کے پیش نظر علماء امت نے شریعت کے احکام کی دو قسمیں ذکر کی ہیں جن کا ذکر حسب موقع قرآن وحدیث میں بھی ہے، کہیں اصولی طور پر اور عمومی جہت سے اور کہیں خصوصی طور پر اور خصوصی انداز میں۔

یہ دو قسمیں ہیں: ۱۔ عام احکام عام حالات اور عام انسانوں کے لئے اس قسم کے احکام کو "عزیمت" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۲۔ خاص احکام۔ خاص حالات وافراد کے لیے، اس قسم کے احکام کو "رخصت" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

علماء امت نے ان اسباب کی بھی تفصیل کی ہے، جن کی وجہ سے عام احکام سے الگ ہٹ کر دوسرے احکام دیئے گئے ہیں یا دیئے جاتے ہیں۔

یہ اسباب کئی ہیں ؎ مثلاً:

مرض و بیماری، اس کی وجہ سے رخصتیں و رعایتیں معروف ہیں۔ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ مرض کے مسئلہ میں شریعت رخصت دینے میں تین باتوں کو سامنے رکھتی ہے: ۱۔ مرض کا پیدا ہونا، ۲۔ مرض کا طویل ہونا، ۳۔ مرض کا شدید ہونا۔ ان میں سے کسی ایک کو بنیاد بنا کر رخصت دی جاتی ہے اور کبھی کسی موقع سے ایک سے زائد مثلاً مرض کا طول اور اس کی شدت دونوں باتیں پیش نظر ہوتی ہیں اور مزید بعض

؎ الموجز فی اصول الفقہ بحث التکلیف وموانع التکلیف

امور سبھی ملحوظ ہوتے ہیں [1] کبھی تیمارداری بھی عذر بن جاتی ہے اور شریعت تیمارداروں کو بھی رخصتیں دیتی ہے مثلاً ترک جماعت اور تاخیر نماز کی۔ [2]

یہ بھی ذہن میں رہے کہ کبھی کبھی خاص حالات عام بھی ہو جاتے ہیں بایں معنی کہ ایک پوری جماعت سے ان کا تعلق ہوتا ہے، ایسی صورت میں رخصت کے احکام صرف فرد و چند افراد کے لیے ہی نہیں بلکہ اس پوری جماعت کے لیے ہوں گے جو ایسے کسی عذر کا شکار ہو۔

مثلاً ایک پوری قوم یا بڑا طبقہ و جماعت کسی جہالت کا شکار ہو، یا اس طرح محبوس و قید ہو کہ سب اکراہ و اضطرار سے دوچار ہوں، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک پورا علاقہ اور قوم کسی مرض میں مبتلا ہو جائیں جس کی وجہ سے وہ پریشانیوں اور مجبوریوں کا سامنا کر رہے ہوں جیسا کہ وبائی و عمومی امراض میں ہوتا ہے۔

اور جیسا کہ مدینہ منورہ کی ہجرت کرنے والوں کو ابتدائی زمانہ ہجرت میں سامنا کرنا پڑا اور نماز کا کھڑے ہو کر رکوع و سجدے کے ساتھ پڑھنا ایک جماعت کے لیے مشکل ہو اجتی کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار دعا فرمائی کہ اللہ تعالی مدینے کے وبائی بخار کو مدینہ سے دور کر دے اور آخر آپ کی دعا قبول ہوئی اور مدینہ منورہ کو اس وبائی بیماری سے نجات ملی۔

مدینہ کی یہ وبائی بیماری جو بہت قدیم تھی اور بہت سے بالخصوص باہر سے آنے والے اس کا شکار ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ (یہ تفصیلات صحیح بخاری نیز فتح الباری وغیرہ میں مروی و منقول ہیں)

---

[1] رد المحتار ۲/ ۱۵۱۵/ ۳۹۶-۳۹۷ مبحث التیمم وصلاۃ المریض۔

[2] رد المحتار ۲/ ۲۹۳

خلاصہ یہ کہ شریعت نے خاص حالات میں - جن کو عذر سے تعبیر کیا کرتے ہیں - خاص احکام رکھے و بتائے ہیں جن کو رخصت کہا کرتے ہیں۔

ایسے خاص حالات کبھی افراد کو پیش آتے ہیں تو فرد و افراد کی نسبت سے خاص احکام ہوتے ہیں جو سب کے لئے نہیں مثلاً ایک آدمی مسافر ہے، ایک آدمی بیمار ہے وغیر ذٰلک۔ تو جو مسافر ہوگا اور مریض ہوگا اسی کے لیے مرض و سفر کے احکام ہوں گے۔

اور کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ایک جماعت بڑی جماعت بلکہ پوری قوم و پورے ملک کو کوئی ایسا حال لاحق ہو جائے جو عذر و رخصت کا ہو۔ مثلاً ایک جماعت سفر کر رہی ہو اور پانی نہ ملے تو سب ہی تیمم کریں گے، یا ایک بستی اور شہر و آبادی کو کوئی ایسا حال لاحق ہو جائے جو عذر شمار ہوتا ہو مثلاً سب کو کوئی ایسی بیماری لاحق ہو جائے جو رخصت چاہتی ہو۔

اور جیسے اس وقت کا پھیلا ہوا وبائی مرض ہے جس نے پوری دنیا کو اپنی چپیٹ و اثر میں لے رکھا ہے تو یہ پوری دنیا کے لیے عذر کا حال ہے جس میں حسب حال لوگوں کے لیے رخصتیں ہونگی۔

اہم بات یہ ہے کہ شریعت کا حکم بتانے والوں، علماء و ارباب افتاء کے سامنے یہ باتیں رہنی چاہئیں اور اپنی رائے کے اظہار میں ان امور کا پورا خیال رکھنا چاہئے۔

اور یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ بسا اوقات کتابوں میں بعض حالات کی نسبت سے عزیمت و رخصت۔ اصل و عام حالات اور خاص حالات دونوں قسم کے احکام کا تذکرہ ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عام احکام اور عام حالات کے مسائل کا تذکرہ ہوتا ہے اور خاص حالات اور ان کے احکام کا نہیں جس کی ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ لکھنے والوں کا ذہن لکھتے وقت ان حالات و اعذار کی طرف منتقل نہیں ہوا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے زمانے میں اس انداز کے حالات نہیں پائے گئے جیسے کہ تیمم

Scanned with CamSc

کا حکم جب نازل ہوا تو اس وقت وضو کا مسئلہ درپیش تھا، غسل کا نہیں تو موقع آنے پر بعض صحابہ نے غسل کا تیمم نہیں کیا۔

ایسے ہی نئی نئی بیماریاں جن کا ماضی میں کوئی تذکرہ نہیں تھا یا سابقہ نہیں تھا۔ آج بہت سی ایسی بیماریاں ہیں جو ماضی میں نہیں تھیں یا شاید و باید اس لیے لوگوں نے نہ ان کو جانا اور نہ لکھا۔

یا جیسے اس وقت کی موجودہ بیماری ہے، کہ اس انداز کی وبائی بیماریاں جنھوں نے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی جانیں لے لیں۔ وہ ایک علاقہ و ملک یا ایک بڑے خطے میں تھیں پوری دنیا اور سارے ممالک ان کی لپیٹ میں نہیں تھے۔

اور موجودہ بیماری نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور بہت سے شکار اور بہت سی اموات کے باوجود ماضی کی بعض ایسی بیماریوں کے اعداد و شمار تک معاملہ نہیں ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ حق تعالی اس کو مزید اضافے سے محفوظ رکھے اور ماہ مبارک کی آمد کی برکت سے اور ماہ مبارک کی برکتوں کے طفیل ختم ہی کر دے۔

یہ بیماری جہاں پھیلاؤ میں وہ عموم رکھتی ہے جو پہلے کسی بیماری کی وجہ سے نہیں ہوا ایسے ہی اس نے بہت سے مسائل کو جنم دیا ہے، جو پہلے نہیں تھے یا اس انداز کے نہیں تھے کہ جن کا ذکر یا جن کے مناسب کا ذکر ہم کو کتابوں میں ملتا۔

ایسی صورت حال میں ارباب افتاء کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے، ضرورت وقت نظر کی بھی اور حکمت و مصلحت کی بھی اور مجموعی طور پر احکام شریعت، مقاصد شریعت اور روح شریعت کی رعایت کی اور ایسی روش اپنانے کی کہ امت کیا بلکہ سارے عالم کے سامنے یہ بات نمایاں ہو کر آئے کہ یہ شریعت تابندہ و پائندہ ہے اور ماضی کے ساتھ آئندہ و در آئندہ کی بھی ہے، اور الحمد للہ ان حالات میں علما و امت نے جو رہنمائی فرمائی ہے، اس میں یہ بات موجود ہے، تاہم کچھ اختلاف بھی ہے جس

Scanned with CamSc

کے پیچھے یقیناً علم و اخلاص ہے، لیکن کوئی مسئلہ وکوئی پہلو تشنہ نہیں ہے، بحمد اللہ۔

یہ بھی پیش نظر رہے کہ مخصوص حالات کی رعایت میں اختیار کیے جانے والے احکام ایسے بھی ہوسکتے ہیں جو بالکل نئے ہوں قواعد وقرائن کے موافق تو ہوں لیکن ذخیرہ کتب میں منقول نہ ہوں یہ موقع ومحل کے اعتبار سے اجتہاد وغور وفکر پر مبنی احکام ہوں جیسے ہوائی جہاز پر نماز سے متعلق اکابر کے فتاویٰ۔

اور ایسے بھی ہوسکتے ہیں کہ جو کتب مذہب میں منقول تو ہوں مگر ضعف ومرجوحیت کے ساتھ اور معلوم ہے کہ خاص حالات ومواقع میں مذہب کے قول ضعیف پر عمل وافتاء کی اجازت ہے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ معمول بہ دمعتمد فقہ اور اس کی کتابوں میں نہ ہوں لیکن دوسرے مذاہب میں ہوں بلکہ دوسرے مذہب کا قول ضعیف بھی ہوسکتا ہے ضرورۃً اس کو بھی اختیار کیا جاتا ہے اور کیا جاسکتا ہے۔

ہر زمانہ کے علماء وفقہاء نے یہ کیا ہے، مذہب حنفی کے قول ضعیف پر فتویٰ کے لیے ملاحظہ ہو اصول الافتاء [1] (تقی العثمانی) اور رسم المفتی [2] اور مذہب غیر کے لیے اصول الافتاء [3] نیز دیگر کتب۔

مفقود کے مسئلہ میں فقہ مالکی کے موافق حنفیہ نے فتویٰ مدتوں وصدیوں سے دیا حتیٰ کہ حضرت تھانویؒ نے الحیلۃ الناجزۃ تصنیف فرما کر اس کو مؤکد ومضبوط ومنضبط کردیا۔

---

[1] اصول الافتاء ص: ۱۹۷ وما بعد [2] رسم المفتی ص ۱۸۶ [3] اصول الافتاء ص ۲۰۱ وما بعد

مذہب غیر کے قول ضعیف پر فتویٰ کی مثال جانوروں کی بٹائی کے معاملہ میں حضرت تھانوی کا فتویٰ ہے، جواز وگنجائش کا جس کی بنیاد فقہ حنبلی کے ایک قول ضعیف پر ہے[۱]۔

---

[۱] امداد الفتاویٰ ۳/ ۳۴۲۔ اس فتویٰ میں فقہ حنبلی کی جو روایت بحوالہ فتاویٰ ابن تیمیہ مذکور ہے وہ ان کے فتاویٰ کا جو ایک ملخص ہے جس کی اشاعت مجموعہ فتاویٰ سے بہت پہلے ہوئی ہے اس کی جلد چہارم میں ہے، کتاب الاختیارات العلمیہ ص ۵۵ جبکہ فقہ حنبلی کی معروف کتاب المغنی میں اس کا تذکرہ مجھ کو نہیں مل سکا۔

Scanned with CamSc

طہارت ونظافت

الکوہل والی اشیاء

کورونا جیسے امراض کے جراثیم سے حفاظت اوران کی صفائی کے لیے ایسی چیزوں کا استعمال کیا جارہا ہے جن میں الکوہل کی آمیزش وملاوٹ بتائی جاتی ہے۔

ہاتھوں کو دھونا، غسل کرنا، کپڑوں پر پھوار واسپرے، نیز عمارتوں ورہائش گاہوں کی صفائی اس سب کے لیے ایسی چیزوں کا استعمال کیا جارہا ہے، اور الکوہل کو لے کر مسئلہ پیدا ہورہا ہے اس وجہ سے کہ الکوہل خود ایک قسم کی شراب یا شراب کا جوہر ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ مقصد صفائی ہے اور ایسے اثرات کا ازالہ کہ جس سے مرض پیدا ہونے کا اندیشہ وامکان ہو تو اس کیلئے کسی بھی ایسی چیز کا استعمال کیا جاسکتا ہے جو مفید ہو، صابن اس کے مادے ڈیٹال وغیرہ اور ان جیسی چیزوں سے بنایا جانے والا کوئی مادہ استعمال کرنے سے کام چل جائے گا ضروری نہیں کہ مروج معمول کی چیز کا ہی استعمال کیا جائے۔

دوسری بات یہ کہ الکوہل نامی مادہ شراب ونشہ والی اشیاء سے ہی تیار کیا جائے ضروری نہیں ہے یہ مادہ جیسا کہ کہا جاتا ہے کوئلہ وغیرہ جیسی اشیاء سے بھی بنتا ہے۔

اور یوں بھی الکوہل کے معنی شراب کے یا شراب سے حاصل کردہ شے کے نہیں ہیں بلکہ اس کا مفہوم کشید کردہ اور فلٹر کی ہوئی شے کے ہیں جس کا حاصل ہے کسی

مادہ کے اندر سے کسی چیز کا یا کسی خاص عنصر و مادہ کا نکالنا جیسے بعض پرندے اور کیڑے پھلوں و پھولوں بلکہ پتوں سے بھی خوشبو ورس وغیرہ نکالا کرتے ہیں۔

اس کی اور بھی شکلیں ہیں، جڑی و بوٹیوں سے دوا بنانے اور حاصل کرنے کا بھی یہ ایک طریقہ رہا ہے۔ عطر پہلے اسی طرح بنا کرتا تھا اور اب بھی اصلی عطر کا یہی طریقہ ہے جب کہ آج بازار میں کیمیکل والے عطر کا بہت رواج ہو گیا ہے۔

تیسری بات یہ کہ الکوہل نامی مادہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ نشہ والا، نشہ سے خالی عطر میں الکوہل نامی جو مادہ استعمال ہوتا ہے وہ نشہ سے خالی ہوتا ہے، خواہ وہ کسی چیز سے بنتا ہو، خوشبو میں اس کو خوشبو کی حفاظت یا اسپرے کی غرض سے ملایا جاتا ہے۔

دواؤں میں ملایا جانے والا الکوہل نامی مادہ نشہ پر مشتمل ہوتا ہے اور نشہ آور اشیاء سے حاصل کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ ان نشہ آور اشیاء، سے حاصل کیا جاتا ہے جن کی حرمت متفق علیہ نہیں ہے۔

معاملہ یہ ہے کہ چار قسم کی شراب جو انگور و کھجور سے بنتی ہے وہ اعلیٰ درجہ کی شراب شمار ہوتی ہے، اور اس کے کسی طرح کے بھی استعمال کو فقہاء امت نے منع کیا ہے۔

جب کہ شراب انگور و کھجور کے علاوہ دوسری بہت سی اشیاء سے بھی بنتی ہے، ان میں گیہوں، اور جو وغیرہ جیسی چیزوں سے بننے والی شراب کے حق میں امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسفؒ نے کچھ گنجائش دی ہے، اگر اس قسم کی شراب دوا و علاج یا طاقت کی غرض سے استعمال کی جائے اور اتنی مقدار جو کہ نشہ پیدا نہ کرے تو یہ دونوں حضرات اس کی اجازت دیتے ہیں اگرچہ فتویٰ امام محمد اور حضرات ائمہ ثلاثہ کے قول پر ہی ہے[1]۔

---

[1] رد المحتار ۱۰/۳۶ تا ۳۷

لیکن ضرورۃً دوا دو شیخین کے قول پر عمل کی گنجائش ذکر کی گئی ہے[۱]

معاملہ یہ ہے کہ ہومیو پیتھک دوا کی اساس اسی الکوحل پر ہے، اور ایلو پیتھک دواؤں میں بھی الکوحل کو ملایا جاتا ہے، بالخصوص سیال دوائیں اور ٹانک وغیرہ۔

تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ دواؤں میں ملائی جانے والی الکوحل انگور و کھجور کی شراب سے نہیں بلکہ گیہوں وغیرہ کی شراب سے بنتی ہے، پہلے بھی ایسا تھا اور آج بھی ایسا ہے[۲]۔ حضرت تھانوی نے اسی بنیاد پر ایسی دواؤں کی اجازت دی ہے[۳]۔

چوتھی بات یہ کہ اس مسئلہ میں ایک پہلو قلب ماہیت وانقلاب ماہیت کا بھی ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ ایک چیز کبھی ایسی صورت اختیار کر لیتی ہے کہ اس کی شکل، حقیقت، نام و تاثیرات سب بدل جاتی ہیں جس کے نتیجے میں ناپاک شے کو پاک اور پاک شے کو ناپاک مان لیا جاتا ہے۔ کبھی یہ دوسری چیز میں مل کر ہوتا ہے اور کبھی اس کے بغیر۔

معروف ہے کہ مٹی میں مل جانے والی چیز سڑ گل کر رفتہ رفتہ مٹی ہو جاتی ہے۔

اور بہت معروف و مسلم ہے کہ نمک کی کان میں ملنے والی چیز بتدریج نمک ہو جاتی ہے[۴]۔

سرکہ شراب کی حالت اور شراب سرکہ کی حالت اختیار کر لیتی ہے، اور اس

---

[۱] رد المحتار ۱۰/ ۳۶ ر ۲۷

[۲] تکملہ فتح الملہم / مولانا تقی صاحب نے تکملہ میں لکھا ہے کہ ابھی بھی صورت حال یہی ہے کہ الکوحل انگور وغیرہ کی شراب سے نہیں بنتی (کتاب الاشربہ)

[۳] امداد الفتاوی (شبیری) ۱/ ۴۸۰ و ۳۸۱ مع حاشیہ از بہشتی زیور وغیرہ (۳۸۰ تا ۳۸۳)

[۴] جدید فقہی مباحث ۱/ ص ۲۵ وما بعد

میں تو اختلاف ہے کہ شراب کو سرکہ بنانے کی سعی و تدبیر جائز ہے یا نہیں لیکن اس میں اختلاف نہیں کہ جس شراب نے سرکہ کی شکل اختیار کر لی ہو اس کو پاک مانا جاتا ہے حتی کہ اس کا استعمال درست و جائز ہے[1]۔

بلکہ ایک حدیث کا مضمون تو یوں بھی آیا ہے: "خیر خلکم خل الخمر"[2]

علماء امت نے بہت سی چیزوں میں اس کا اعتبار کیا ہے، صابن کے بنانے میں چربی کا استعمال ہوتا ہے جو بسا اوقات مردار یا غلط جانوروں کی ہوتی ہے، مگر صابن بن جانے کے بعد اس کو پاک قرار پانے اور استعمال کرنے میں ہمارے علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے[3]۔

لہٰذا دواؤں میں ملنے والی الکوحل کی نسبت سے یہ پہلو بھی غور کا ہے کہ یہ الکوحل اگرچہ شراب سے بنی اور نشہ والی ہو، جس کا استعمال درست نہیں لیکن دوا میں ملنے کے بعد اس نے دوسرا نام و شکل اور تاثیر حاصل کر لی تو اس کے استعمال میں کیا تردد ہے۔

ایک عرب عالم نے الکوحل کے متعلق بڑی تحقیقی کتاب لکھی ہے جس کا اردو میں ترجمہ مولانا عبدالواحد فیاضی قاسمی نے کیا ہے اور بمبئی کے ایک ادارے سے اس کی اشاعت ہوئی ہے۔

اسی طرح فقہ اکیڈمی انڈیا نے ایک سیمینار میں الکوحل کو موضوع گفتگو بنایا تھا اور تجاویز شائع کی تھیں۔

---

[1] اعلاء السنن ۱۹/ ۳۹-۴۲

[2] رواہ البیہقی فی معرفۃ السنن والآثار/ ذکرہ ظفر احمد فی اعلاء السنن ۱۸/ ۴۱

[3] ملاحظہ ہو امداد الفتاوی ج ۱- ابواب الطہارۃ نیز دیگر کتب فتاوی

Scanned with CamSc

اس کتاب اور سیمینار کی تجاویز کا حاصل یہی ہے کہ الکوہل نامی ہر مادہ شراب سے حاصل نہیں کیا جاتا اور نہ ہر مادہ نشہ آور اور نشہ پر مشتمل ہوتا ہے بلکہ یہ مادہ مختلف اشیاء سے بنتا ہے اور مختلف طرح کا ہوتا ہے۔

لہٰذا ہر ایسی خوشبو یا مادہ جس میں الکوہل نامی مادہ ہو اس کو ناپاک نہیں کہا جاسکتا اور دواؤں میں شامل نشہ آور الکوہل میں بھی گنجائش اس لئے ہے کہ وہ انگور وغیرہ جیسی متفق علیہ حرام شرابوں سے نہیں بنتی اور انقلاب ماہیت کا احتمال بھی رہتا ہے، یہ بھی ایک حیثیت گنجائش کی ہے۔

Scanned with CamSc

نماز کے مسائل

اذان:

اذان جس کو پنجوقتہ نمازوں نیز جمعہ کی جماعت کے ساتھ جوڑا گیا ہے، اسلام کا شعار ہے، اور کسی بستی کے باشندوں کے مسلمان ہونے یا بستی میں مسلمانوں کے وجود کی پہچان ہے۔

بلکہ فقہاء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم باقاعدہ اذان دے کسی نماز کا وقت آنے پر- اور بقول بعض مسجد کے اندر- تو اس کو مسلمان شمار کیا جائے گا[۱]۔

احادیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر کبھی جنگ کے لیے شعبون کا نظام بناتے تو صبح کا اور اذان فجر کا انتظار فرماتے اور اس کے بعد کوئی اقدام فرماتے[۲]۔ نیز آپ حضرات صحابہؓ کو بھی یہ ہدایت فرماتے تھے کہ شعبون کی صورت میں صبح و اذان سننے کے قبل کوئی قدم نہ اٹھائیں[۳]۔

اس لئے حکم یہ ہے کہ مسلم ممالک و حکومت میں اگر کوئی مسلم بستی اذان کو ترک کر دے تو حکومت اسلامیہ اس بستی کے مسلمانوں سے جنگ کر کے ان کو اذان

---

[۱] ردالمحتار ۶/۲

[۲] بخاری- ابواب الاذان حدیث ۶۱۰

[۳] الترمذی ابواب السیر باب ۲ و ۳

Scanned with CamSc

دینے پر مجبور کرے گی ؎ ۔

لہٰذا مسلمان جہاں بھی ہو اور کہیں بھی ہو اس کو جیسے نماز کا اہتمام کرنا ضروری ہے، اذان کا اہتمام ضروری ہے، اذان مائک سے دینا ضروری نہیں، بغیر مائک بھی دی جاسکتی ہے لیکن نماز باجماعت ادا کرنی ہے تو اذان کا اہتمام بھی کیا جائے گا۔

اگر کہیں کا ماحول تقاضا کرے کہ مائک سے اذان نہ دی جائے تو اس پر اصرار نہ کیا جائے، اسی طرح کسی وجہ سے تقاضا ہو کہ زیادہ بلند آواز سے اذان نہ دی جائے تو ہلکی آواز سے اذان دیدی جائے مگر اس حکم کی بجا آوری ضروری کی جائے حتی الامکان۔

کرونا کی وجہ سے نماز کی نسبت سے جو ہدایات دی گئیں اس میں بلاد عرب میں بھی اور دوسری جگہوں میں بھی حکومت کی طرف سے اذان سے نہیں منع کیا گیا، ایسی صورت میں اپنی طرف سے اذان کا ترک کرنا یا مائک بند کرادینا جیسا کہ بعض جگہ لوگوں نے کیا مناسب نہیں ہے، ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

البتہ اگر کسی جگہ حکومت یا مقامی انتظامیہ اذان سے بھی منع کرے تو خود کو قانون کی گرفت سے بچانے کے لئے سرا ہلکی آواز سے اذان دینے پر اکتفا کی جائے۔

عام حالات میں بھی ہندوستان میں بعض جگہ محض مائک سے اذان و نماز کی وجہ سے مسائل کھڑے ہوتے ہیں، غیر مسلم نماز و اذان کو منع نہیں کرتے مگر مائک آنے اور استعمال کرنے پر ہنگامہ کرتے ہیں تو نوبت فساد کی بھی آجاتی ہے ایسی جگہوں میں لحاظ کرنا چاہئے کہ لوگ اذان و نماز سے مانع نہیں اظہار و آواز سے مانع ہیں تو جو چیز وجہ فساد و نزاع ہو اور اس کی وجہ سے جو ممکن ہے وہ بھی بند ہو جائے اس سے بچنا چاہئے۔

؎ ردالمحتار ۲/۳۹

اذان کن نمازوں کے لیے ہے:

اذان پنجوقتہ نمازوں نیز جمعہ کی نماز کے لیے ہے، ان نمازوں کے علاوہ کسی نماز کے لیے احادیث سے اذان کا ثبوت نہیں اسی لیے عیدین کی نماز بغیر اذان کے ادا کی جاتی ہے، اسی طرح استسقاء وگرہن کی نماز کے لیے بھی اذان نہیں ہے البتہ چونکہ یہ نمازیں ایک اتفاقی چیز ہوتی ہیں اس لیے لوگوں کو نماز کے لیے بتانے وجمع کرنے کی غرض سے اعلان کیا جاتا ہے اور یہ اعلان درست ہے۔ احادیث سے ثابت ہے۔

نماز کے علاوہ کسی موقع سے اذان:

نماز کے علاوہ صرف ولادت کے موقع پر بچہ کے لیے اذان واقامت کا ثبوت --احادیث میں--اور حکم ہے، داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت قولاً بھی ہے اور فعلاً بھی[1]۔

مزید بعض مواقع: آندھی وطوفان، آگ، نیز وباء وغیرہ کے لیے جواذان کا عمل پایا جاتا ہے تو احادیث سے اس کا کوئی ثبوت نہیں، کتابوں میں تذکرہ ضرور ہے اور فقہ حنفی کی کتابوں میں جو اسکا ذکر آیا ہے وہ فقہ شافعی کی بعض کتابوں سے آیا ہے۔ لیکن چونکہ روایات سے ان مواقع میں سے کسی کے لئے کوئی ثبوت نہیں اس لئے علماء محققین نے اس سے منع کیا ہے اور انکار کیا ہے۔

امداد الفتاویٰ کے حاشیہ میں حضرت تھانوی سے نقل کیا ہے (کوئی روایت نہیں دیکھی)۔

البتہ بعض احادیث کے عام لفظ ومضمون سے گنجائش نکلتی ہے حافظ منذری

---

[1] بچپن اور بچپن سے متعلق احکام ص ۷و۸ بحوالہ ابی داؤد وشعب البیہقی / حافظ ابن حجر نے بھی ایسی بعض روایات پر فتح الباری میں سکوت اختیار کیا ہے

Scanned with CamSc

جیسے حضرات نے ان احادیث کو قابل احتجاج مانا ہے[۱]

اذان کے ساتھ گھروں میں نماز پڑھنے کا اعلان:

احادیث میں یہ بات آئی ہے کہ عہد نبوی و عہد صحابہ میں جب بارش ہوتی اور گھروں سے مسجد جانے میں زحمت و مشکل کا سامنا ہوتا تو اذان کے ساتھ اعلان کیا جاتا تھا کہ لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیں جس کے لیے یہ الفاظ منقول ہیں:

"الا صلوا فی الرحال"[۲] (اے لوگو نماز اپنے ٹھکانوں میں پڑھ لو)

لہٰذا اس وقت جو حالات ہیں اور ایسے حالات میں جبکہ اذان ہوتی ہے لیکن مسجدوں میں نماز نہیں ہو رہی ہے کلی طور پر یا عمومی طور پر یا مسجد تک آنے میں زحمت ہو تو ایسی صورت میں مذکورہ بالا احادیث کے مطابق یہ اعلان کیا جا سکتا ہے کہ لوگ نماز گھروں میں پڑھ لیں، حدیث میں آنے والے الفاظ کے ساتھ یا مقامی زبان میں یا دونوں کو جمع کر کے۔

ثابت ہے اس لئے اجازت ہے معمول نہیں ہے تو نہ کرنے میں حرج نہیں بلکہ نہ کرنا بہتر ہے۔

گھروں کی نماز کے لیے اذان و اقامت:

فرض نماز مسجد میں ادا کرتے ہیں تو اذان و اقامت دونوں کہی جاتی ہیں گھر میں نماز پڑھنے والے۔ خواہ تنہا پڑھیں یا جماعت سے ان کو اذان کی ضرورت

---

[۱] رد المحتار ۲/۵۰ و امداد الفتاوی ۱/ باب الاذان / امداد الفتاوی کتاب الحظر والاباحۃ میں طاعون و وباء سے متعلق باب میں / الترغیب والترھیب باب الترغیب فی الاذان حدیث ۲۵ و ۲۶ بحوالہ معاجم الطبرانی الثلاثہ [۲] بخاری کتاب الاذان حدیث (۶۶۶)

نہیں، محلہ کی مسجد کی اذان کافی ہے جب کہ محلہ میں مسجد ہو اور اذان بھی ہو، البتہ اگر محلہ میں مسجد نہ ہو اور گھر والوں میں ہی نماز باجماعت کا اہتمام ہوتا ہو یا مسجد میں اذان نہ ہو تو گھر میں ہونے والی جماعت کے لیے بھی اذان کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اقامت تو ہر حال میں کہی جاتی ہے اور کہی چاہئے تنہا نماز پڑھی جائے یا جماعت سے۔

اور جماعت کے ساتھ گھر وغیرہ میں نماز پڑھنے میں خصوصیت سے اقامت کا اہتمام مناسب ہے[1]۔

اذان دعوت ایمان بھی اور سکون قلب کا سامان بھی:

پیچھے یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ اذان شعار اسلام اور علامت اسلام اور اسلام و مسلمان کی پہچان و امتیاز ہے۔

اس کے علاوہ ہم نہیں محسوس کرتے اور سمجھتے اذان کے کلمات بڑے باعظمت، عظیم و فخیم ہیں[2] اس لئے دعوت ایمان و اسلام کا بھی کام کرتے ہیں اور اس سے بڑھ کر دل کے سکون و خفقان کا بھی۔

نہ جانے کتنے واقعات دشمنان دین کے اذان اور اس کے کلمات سے متاثر ہو کر اسلام کے قبول کرنے کے ملتے ہیں۔

اور موجودہ حالات میں مغربی ممالک سے یہ خبریں بھی آئی ہیں کہ ان ممالک میں بسنے والے غیر مسلموں نے مسلمانوں سے تقاضا کیا کہ آپ لوگ اذان

---

[1] ردالمحتار ۲/ ۶۳ و ۶۴

[2] علماء نے حسب موقع اس کی وضاحت کی ہے ملاحظہ ہو معارف السنن ۲/ ۱۶۸ بحوالہ تفسیر قرطبی نیز تفسیر روح البیان ۲/ ۲۰۹ و ۲۱۰

Scanned with CamScanner

کا سلسلہ جاری رکھیں اذان کی آواز کانوں تک پہونچتی ہے تو ہم کو بڑا سکون واطمینان ملتا ہے۔

اس موقع سے یہ ذکر کرنا مناسب کیا بلکہ ضروری ہے کہ ہم نے اذان کو ایک زائد چیز سمجھ رکھا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اچھی سے اچھی مسجدوں میں بھی بسا اوقات موذن بڑا کمزور غلط تلفظ والا اور ناپسندیدہ آواز والا رکھا جاتا ہے تاکہ کم سے کم تنخواہ میں کام ہو جائے۔

یہ اذان کے منصب وعظمت کے تئیں ایک لا پرواہی اور بے وقعتی ہے، فقہاء نے جہاں یہ لکھا کہ امام کے اندر کیا صفات ہونی چاہئیں موذنوں کی نسبت سے بھی ہدایات دی ہیں۔

اور اذان کے مقصد کی نسبت سے جہاں یہ آتا ہے کہ موذن کی آواز بلند ہو تاکہ دور سے دور تک آواز جائے اور اذان کا مقصد پورا ہو۔

وہیں یہ بھی آیا ہے کہ موذن کی آواز اچھی ہو موذن کی آواز کے اچھے ہونے کے پیچھے دراصل یہی مقصد ہے جس کا تذکرہ کیا گیا دعوت ایمان اور قلب کا سکون واطمینان، آواز جب اچھی ہوگی تو اچھی لگے گی اور توجہ سے سنی جائیگی اور جب توجہ سے سنی جائیگی تب دل میں اس کا اثر ہوگا خواہ یہ اثر صرف سکون واطمینان تک ہو یا قبول ایمان تک پہونچا رہے۔

موذن کی آواز ناپسندیدہ ہو تو اذان کے آغاز کے ساتھ لوگ کانوں کو بند کریں گے نہ صرف یہ بلکہ موذن مسلمان اور اسلام سب کو برا بھلا کہیں گے اور دلوں میں اس نسبت سے نفرت بیٹھے گی۔

اذان کی ابتداء سے متعلق جو روایات ہیں ان میں آیا ہے کہ اذان کا خواب دیکھنے والے صحابی سے آپ نے فرمایا کہ اذان کے کلمات بلال کو بتاؤ وہ ان کو پکار کر

Scanned with CamSc

کہیں اور ساتھ میں یہ الفاظ آئے ہیں: ''فانہ اندی وأمد صوتا'' اس میں دو لفظ ہیں پہلے کے معنی حسن صوت اور دوسرے کا مفہوم رفع صوت (آواز کی بلندی) کا ہے[1]۔

بلکہ بعض روایات صراحۃً اس کو بتاتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کے انتخاب میں حسن صوت کا لحاظ فرمایا[2]۔

تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ اچھی آواز والا مؤذن اگر معاوضہ لے کر بھی اذان دے تو اس مؤذن سے بہتر ہے جو معاوضہ نہ لے لیکن اس کی آواز اچھی نہ ہو بلکہ ناپسندیدہ ہو[3]۔

جماعت اور صف بندی:

پنجوقتہ نمازوں کو اور جمعہ کے دن نماز جمعہ کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی بڑی تاکید واہمیت ہے اور لاپرواہی پر وعید بھی جیسا کہ معروف ہے۔

اس لئے جیسے اذان شعار ہے، باجماعت نماز بھی اسلام کا اور مسلمانوں کا ایک شعار ہے، اور جماعت کے اہتمام کے پیش نظر اسلام میں مسجد اور اذان کا نظام رکھا گیا ہے، اذان کے ذریعہ نمازوں کو باجماعت ادا کرنے کے لئے بلایا جمع کیا جاتا ہے۔

لہٰذا جن نمازوں کو باجماعت ادا کرنا مشروع کیا گیا ہے، ان کو حتی الامکان جماعت کے ساتھ ہی ادا کرنا چاہئے۔

اگر مخصوص حالات میں جماعت کے لئے کچھ پابندی ہو جیسے کرونا کی وجہ سے ہو تو ایسی صورت میں بھی جس حد تک اجازت ہو اس کا اہتمام کیا جائے گا مثلاً

---

[1] الترمذی مع معارف السنن ۲/ ۱۷۰

[2] اعلاء السنن ۲/ ۱۲۷

[3] روح البیان ۲/ ۴۰۹ - سورہ مائدہ آیت ۵۵

Scanned with CamSc

چار، پانچ آدمی یا جو تحدید ہوتا کہ حکم کی بجا آوری بھی ہو اور قانون کی رعایت بھی۔

اصل مسجد کی جماعت ہے، پابندی کی وجہ سے معمول کے مطابق جماعت نہیں ہو سکتی تو گھروں میں جماعت کی جائے، جماعت کے لئے کم از کم دو فرد کافی ہیں، گھر میں مزید افراد ہوں یا دائیں بائیں سے آجائیں تو ان کے ساتھ جماعت کی جائے، پابندیوں کا لحاظ کرتے ہوئے۔

اس کا لحاظ رہے کہ دو آدمی پنجوقتہ نمازوں کی جماعت کے لئے کافی ہیں جمعہ کے لئے نہیں، جمعہ کے لئے کم از کم چار افراد (عاقل و بالغ مرد) ضروری ہیں۔

صف بندی کی شکل:

اگر نمازی صرف دو ہوں تو مقتدی امام کے دائیں سمت اور امام مقتدی کے بائیں سمت کھڑا ہوتا ہے۔

اگر نمازی امام کے علاوہ دو یا مزید ہوں تو امام کے پیچھے صف بنائی جاتی ہے۔

صف کا فاصلہ امام سے اور زائد صفیں ہوں تو آپس میں ایک میٹر سے لے کر چار فٹ تک یا کچھ مزید فاصلہ رہتا ہے تا کہ لمبے سے لمبے قد کا آدمی بآسانی سجدہ کر سکے اس سے زیادہ فاصلہ نہیں رکھا جاتا اور پسندیدہ بھی نہیں الا یہ کہ کوئی مصلحت ہو۔ جیسے اس وقت کرونا کے حالات کہ اس کی وجہ سے دو صفوں کے درمیان کا فاصلہ چار کے بجائے پانچ فٹ کا ہو سکتا ہے یا مزید جیسی ہدایت ہو۔

صف بندی میں ایک صف کے لوگ ایک دوسرے سے متصل اس طرح کھڑے ہوتے ہیں اور یہی حکم ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان کسی طرح کا فاصلہ نہ ہو،

Scanned with CamSc

فاصلہ کو نماز کے لئے مضر بتایا گیا ہے بایں معنی کہ اس سے شیطان فائدہ اٹھاتا ہے ملے۔

اگر کرونا جیسے حالات میں صف بندی کے عام احکام سے الگ ہٹ کر ہدایات دی جائیں اور ان کا پابند بنایا جائے تو اگرچہ یہ معمول ونظام سنت کے خلاف ہے مگر اس کا لحاظ کیا جا سکتا ہے اور کرنا چاہئے تا کہ حکم شرع کی بجا آوری بھی ہو اور قانون کی گرفت سے حفاظت۔

صف بندی کے عام نظام میں صفوں کا فاصلہ تو کرونا کے حالات کی ہدایت کے خلاف نہیں کہ ہر دو صف کے درمیان ایک میٹر بلکہ زائد کا فاصلہ ہوتا ہے۔

البتہ صفوں میں کھڑے ہونے میں جو اتصال ہوتا ہے اور جس کا حکم وتاکید ہے، کرونا کی ہدایات اس کے خلاف ہیں لیکن اس کا لحاظ کرنے میں حرج نہیں ہے، صف میں دو نمازیوں کے درمیان ایک میٹر کے فاصلہ سے نماز کی صحت پر اثر نہیں پڑے گا، عام حالات میں یہ ناپسندیدہ اور نماز میں نقص کا سبب ہے لیکن خاص حالات میں اس کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

مسجد کے ماسوا جگہوں میں نماز و جماعت کا ثواب:

ایسی صورت حال میں جب کہ مسجد میں جماعت مطلقاً منع ہے یا بڑی جماعت تو دوسری جگہوں، گھر وغیرہ میں جو جماعت ہوگی اس کا ثواب مسجد کی جماعت کا ہی ہوگا پورا پورا ان شاء اللہ۔

ایک تو اس وجہ سے کہ مسجد کی جماعت مجبوراً چھوڑی جارہی ہے تو معمول کا ثواب ملے گا جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔

کئی صحابہ نے حضور ﷺ سے نقل کیا ہے کہ کوئی مسلمان جب بیمار ہوتا

ملے ابوداؤد کتاب الصلاۃ حدیث (۶۶۷)

ہے تو مرض کے حال میں صحت کے حال اور صحت کی عبادت واعمال کا اجر وثواب لکھا جاتا ہے[1]۔

دوسرے اس وجہ سے کہ اگرچہ ایک رائے یہ ہے کہ جماعت کی جو فضیلت اور خاص ثواب ہے وہ مسجد کی ہی جماعت کا ہے، دوسری جگہ جماعت کا نہیں لیکن دوسری رائے ہے کہ مسجد کی نماز و جماعت کا ثواب اگرچہ خاص ہے لیکن جماعت کا ثواب تو کہیں بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں ملے گا۔ احادیث سے نفس جماعت کے ثواب کا مسجد کے ساتھ خاص ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا تقی عثمانی اور ان سے قبل کے بعض فقہاء کا یہی موقف ہے[2]۔

گھروں کی جماعت میں صف بندی واقتداء:

گھر میں ہونے والی جماعت میں اتصال صفوف کا نظام مسجد سے مختلف حکم رکھتا ہے کہ صفوں کے درمیان بس بقدر ضرورت یا مناسب فاصلہ ہونا چاہئے زیادہ نہیں ورنہ جماعت واقتداء درست نہیں ہوگی۔

گھر کی جماعت میں متصل گھروں کے لوگ نیز جس کمرے میں جماعت ہو رہی ہے، دوسرے کمروں کے لوگ شامل ہو سکتے ہیں خواہ گھر متصل ہوں دائیں بائیں سے یا آگے پیچھے سے، اسی طرح اوپر نیچے کا معاملہ بھی ہے ایک گھر کی دو منزلیں یا اوپر نیچے دو گھر سب کا حکم ایک ہے، کئی جگہوں میں لوگ ہوں اور ایک امام کی اقتداء میں نماز پڑھیں تو درست ہے بشرطیکہ صحت اقتداء سے مانع کوئی چیز نہ پائی

---

[1] مسند احمد و مستدرک حاکم وغیرہ الادب المفرد باب ما یکتب للمریض ما کان یعمل وھو صحیح

[2] فیض الباری ۲/۱۷۰-۲۷۳ وانعام الباری ۳/۲۲۳ و ۲۲۴

Scanned with CamSc

جائے۔

اسی لئے ایک تو یہ ضروری ہے کہ امام جس حصہ میں ہو اس کے علاوہ دوسرے حصوں کے لوگ امام کی نقل وحرکت سے، امام کی آواز کی وجہ سے یا مکبر و مبلغ یا مائک کی آواز کے واسطہ سے، خوب واقف ہوں۔

دوسرے یہ کہ دو حصوں و کمروں نیز دو گھروں کے درمیان چار، پانچ فٹ سے زیادہ کا فاصلہ نہ ہو۔ اس سے زائد فاصلہ درست نہیں، سائیکل اور دو پہیہ سواری کا گزرنا معتبر نہیں ہے اس سے زیادہ معتبر ہے۔

تیسرے یہ کہ صفیں پھیلاؤ میں متصل ہوں ایک کمرے کی صف دوسرے کمرے و حصہ کی صف سے، نیز ایک گھر کی دوسرے گھر کی صف سے حسب امکان متصل ہو اسی لیے ضروری ہوگا کہ امام جس مکان و جگہ میں ہو اس کی صف یا صفیں دائیں و بائیں اخیر تک۔ دیوار تک۔ ہوں اور جب اس مکان میں جگہ نہ ہو تو دوسرے میں متصلاً صف بنائی جائے۔ البتہ موجودہ صورت حال میں جو بندش ہے افراد کی اوران کے کثرے ہونے کی۔ اس کے لحاظ میں لوگ ایک کمرہ میں پانچ، چار پھر دوسرے میں اوراس طرح ہوں تو گنجائش ہوگی، مگر ایسی صورت میں بہتر ہوگا کہ ہر کمرہ اور مکان میں مستقل جماعت ہو تاکہ مشروع و مسنون نظام کے مطابق نماز ادا کی جائے۔

متعدی و تکلیف دہ امراض والے مریضوں کا گھر ہی میں نماز ادا کرنا اور مسجد سے روکنا

بعض امراض ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں مبتلا شخص اگر جماعت میں شریک ہو یا مسجد میں آئے تو نمازی تکلیف اور تکدر محسوس کرتے ہیں اور متعدی سمجھے جاتے

Scanned with CamSc

والے امراض میں تعدیہ کا خطرہ بھی محسوس کرتے ہیں ایسے مریضوں کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ گھر میں، اور بے جماعت نماز ادا کریں، اور معذوری کی وجہ سے جماعت کا ثواب حاصل کریں۔

جذام وغیرہ جیسے امراض، نیز ایسے امراض جو بدن میں بو پیدا کرتے ہوں ان میں مبتلا لوگوں کے لیے یہ حکم ہے[1]۔

کرونا میں اگرچہ بو وغیرہ جیسی بات تو نہیں لیکن مرض کے متعدی ہونے کی بات ہے لہٰذا کرونا کے مریض کو بھی گھر میں نماز ادا کرنی چاہئے اور تنہا تا کہ خود کو اور دوسروں کو سب کو متوقع ضرر و خطرہ سے محفوظ رکھ سکے لیکن گھر میں مزید افراد ہوں اور ان کو تکلیف نہ ہو یا کرونا کے مریض جیسے مزید لوگ ہوں تو جماعت کر لینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔

معذور افراد زیادہ ہوں تو مسجد سے الگ ان کی جماعت کا نظام بنانا

کسی خاص مرض کی وجہ سے مسجد کی جماعت سے یا عام جماعت سے روکنا

---

[1] رد المحتار ۲/۵۲۴ لہسن و پیاز کھا کر مسجد میں آنے سے ممانعت احادیث میں معروف ہے فقہاء نے لکھا ہے لہٰذا ہر بدبو و ناپسندیدگی کا حال اس کے تحت داخل ہے چنانچہ جذام و برص والا مریض یا اس جیسے لوگ نیز ایسا کام کرنے والے کہ جن کے بدن میں بو ہوتی ہے ان سب کو مسجد و جماعت سے احتراز کرنا چاہئے، یہ بھی ایک عذر ہے الا یہ کہ ہر نماز و جماعت کے وقت صفائی کا اہتمام کر کے آئیں جیسا کہ کئی احادیث میں لہسن و پیاز وغیرہ سے متعلق آیا ہے۔

مفتی عبدالرحیم صاحب نے ایسے شخص کو مسجد میں اعتکاف سے منع کیا ہے اور بقول ان کے بعض فقہاء نے ایسے شخص کو مسجد سے نکالدینے کی بات بھی کہی ہے (رحیمیہ ۵/۲۱۲)

Scanned with CamSc

یہ درست ہے اس میں مصالح ہیں لیکن اگر کہیں ایسے آدمی متعدد ہوں تو ان کے لئے جماعت کا نظام بنایا جاسکتا ہے کہ جس خطرہ ومصلحت کے تحت روکا گیا وہ سب میں موجود ہے لہٰذا ایسے افراد اپنی جماعت الگ کرلیا کریں یا ان کے لئے نظام بنادیا جائے تو حرج نہیں۔

ایک سوال یہ آیا کہ مسجدوں میں نماز کی اجازت میں وسعت دی گئی تو مشروط۔ جس میں عمر کی نسبت سے کچھ قید رکھی گئی اور کچھ امراض کی نسبت سے بھی، تو کیا ایسے لوگ جمعہ کی یا پنجوقتہ کی اپنی جماعت کرسکتے ہیں اور اس کا کوئی نظام بنایا جاسکتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب پابندی کے ماحول میں تعدد جماعت اور چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی اجازت دی گئی تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ جو لوگ عیدگاہ جانے سے معذور تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کیلئے آبادی کے اندر مسجد میں جماعت کا نظام بنایا[1]۔

معذوروں سے احتیاط مگر دل شکنی نہ ہو:

یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ معذور حضرات سے فاصلہ واحتیاط اس طور پر چاہئے کہ ان کا قلب ودماغ اس سے متاثر نہ ہو کہ یہ ان کے لئے مزید مضر ہوگا، لہٰذا مسجد سے روکنے کے ساتھ خود ان کے لئے کوئی نظام کہ وہ بھی سعادت حاصل کرسکیں اور نفسیاتی طور پر ان کو خوشی ہو، ان کا دل ودماغ متاثر نہ ہو۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ مریض کے پاس عیادت کو جاؤ تو اس کے لئے

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ حدیث (۵۸۶۴ تا ۵۸۶۸)

Scanned with CamSc

حوصلہ وہمت افزائی کی بات کرو اس سے کوئی نفع نہیں ہوگا مگر وہ خوش ہو جائے گا اور اس کا اس کے دل و دماغ پر بہر حال ایک اچھا اثر پڑے گا[1]۔

عیادت کی معروف دعا کا حاصل یہی تو ہے:

"لا باس طہور ان شاء اللہ"۔

پریشان نہ ہو، ان شاء اللہ اس مرض کی وجہ سے گناہوں سے پاکیزگی حاصل ہوگی۔

نماز کے حال میں چہرے پر ماسک:

عام حالات میں اس طرح نماز پڑھنا کہ ناک و منہ کسی طرح کپڑے سے ڈھکا ہوا ہو منع ہے[2]۔

لیکن کسی مصلحت کے پیش نظر اگر چہرہ پر کوئی کپڑا رکھا جائے یا لپیٹا جائے کہ جس سے ناک و منہ ڈھک جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی اور جب عذر و مصلحت کی وجہ سے ایسا کیا جائے گا تو کراہت بھی نہیں ہوگی جو عام حالات میں ہوتی ہے۔

نماز جمعہ:

پنجوقتہ نمازوں کے مقابلہ میں جمعہ کی نماز و جماعت کا معاملہ اہم ہے اس لئے کہ اگر چہ جمعہ کی نماز جمعہ کے دن پنجوقتہ نمازوں کے زمرہ میں بوقت ظہر۔ظہر کی جگہ ادا کی جاتی ہے مگر نماز جمعہ کے کچھ خاص احکام و شرائط ہیں۔

مثلاً یہ کہ جمعہ کی نماز تنہا یا ایک مقتدی کے ساتھ ادا نہیں کی جا سکتی، ہر جگہ

---

[1] ترمذی حدیث ۲۰۸۷ کتاب الطب

[2] رد المحتار ۲/۳۲۲

Scanned with CamSc

وہ ہر حال میں نہیں ہے، جمعہ کی نماز کے لئے خطبہ بھی ضروری ہے اگرچہ مختصر سا ہو، خطبہ کے بغیر جمعہ کی نماز نہیں، اسی طرح کچھ اور مخصوص احکام و شرائط ہیں۔

اسی وجہ سے کرونا کے موجودہ حالات میں جمعہ کو لے کر خصوصیت سے مختلف آراء سامنے آئی ہیں مثلاً جہاں جمعہ منع ہے، وہاں جمعہ کلی طور پر ساقط ہے، جہاں محدود تعداد میں اجازت ہے وہاں بس اسی تعداد میں ہے اور مسجد کے علاوہ نہیں ہے، جہاں جمعہ ہونا چاہئے مگر کرونا جیسے حالات میں ممانعت کی وجہ سے جمعہ نہیں ادا کیا جائے گا تو وہاں ظہر ادا کی جائے گی اور تنہا بغیر جماعت کے۔ جب کہ ان آراء کے مقابلہ میں دوسری آراء و فتاوی بھی ہیں۔

اس قسم کی آراء جن حضرات کی ہیں ان کے پیش نظر جمعہ کے لئے ذکر کردہ شرائط میں اذن سلطان و اذن عام وغیرہ جیسی وجوہات ہیں نیز یہ کہ نماز جمعہ تو مسجد میں ہی ہونا چاہئے۔ لیکن جن حضرات نے وسعت برتتے ہوئے اس کی اجازت دی ہے کہ جمعہ کلی طور پر منع ہو یا عمومی طور پر ہر صورت میں جمعہ پڑھنا درست ہے اور پڑھنا چاہئے، خواہ مسجد سے الگ ہٹ کر ہو یا چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں ہو اور ایسی مخصوص صورت حال میں جو لوگ جمعہ ادا کریں اگر با جماعت ادا کریں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

ان حضرات کے سامنے بھی فقہاء کی تصریحات ہیں اور کچھ مصالح بھی، آگے اس کی تفصیل ذکر کی جارہی ہے۔

اذن سلطان:

فقہ حنفی میں شرائط جمعہ کے ضمن میں یہ بات بھی معروف ہے جس کو لے کر ماضی میں بھی ہندوستان وغیرہ جیسی جگہوں میں جمعہ کا مسئلہ زیر بحث آیا ہے۔

Scanned with CamSc

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اذن سلطان کی شرط کیا جمعہ کے بنیادی شرائط میں سے ہے اور صحت جمعہ کی شرط ہے؟ یا اس کی نوعیت کچھ اور ہے۔

تو کتابوں میں اس شرط کی نسبت سے یہ صراحت موجود ہے کہ یہ شرط نفس جمعہ یا صحت جمعہ کے لئے نہیں بلکہ نظم جمعہ کے لئے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کے لئے چونکہ ایک خاص اجتماعیت مطلوب ہے اور اس کی وجہ سے جمعہ کی امامت خاص طور سے وجاہت کی چیز ہے تو نزاع پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ نہیں ہم اور وہ نہیں یہ امامت کریں گے، یہ شرط اس لئے ہے کہ اس قسم کے نزاع کو ختم کیا جا سکے۔

اس لئے نہیں کہ جب تک سلطان کی طرف سے اذن نہ ہو تو کسی مسجد میں یا کسی جگہ جمعہ ادا نہیں کیا جا سکتا، ایک آبادی میں جمعہ ادا کیا جاتا ہے وہاں شرائط موجود ہیں، مجمع و نمازیوں کی زیادتی کی وجہ سے دوسری مسجد میں جمعہ کا نظام بنایا جاتا ہے تو اس کے لئے اذن سلطان کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: روایت سے معلوم ہوا کہ شرط وجود سلطان مقصود لذاتہ نہیں ہے بلکہ بحکمت سد فتنہ کے ہے پس اگر تراضی مسلمین سے یہ حکمت حاصل ہو جائے تو معنی یہ شرط مفقود نہ ہوگی[1]۔

جب یہ بنیادی شرط نہیں تو سعودیہ جیسے مسلم ممالک میں جمعہ کی ممانعت کے باوجود اگر کچھ لوگ اپنے طور پر جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں تو کوئی حرج نہیں بلکہ محل جمعہ میں جمعہ کی نماز ہی ادا کرنی چاہئے۔

اذن عام:

ایک شرط اذن عام کی بھی ہے، بعض حضرات نے اس کی بنیاد پر مسجد سے

---

[1] امداد الفتاوی (شبیری) ۳/۲۰/۲۱ (مع حواشی) نیز رد المحتار ۳/۸-۱۷

Scanned with CamSc

الگ گھروں وغیرہ کی نماز جمعہ پر اشکال کیا ہے۔

یہاں بھی یہ بات سمجھنے کی ہے کہ اذن عام کا حاصل کیا ہے؟ نماز پڑھنے اور جمعہ ادا کرنے کی اجازت ہے اور اس سے روکنا مقصود نہیں بلکہ کسی دوسری وجہ سے مزید لوگوں کی آمد کو روکا گیا ہے، خواہ دروازہ بند کر کے یا کسی اور طرح مثلاً اعلان کر کے۔

اگر نفس ممانعت کو دیکھیں تو جس جگہ مسجد میں چار، پانچ یا محدود آدمیوں کو اجازت ہے، مزید نہیں تو وہاں مسجد میں بھی جمعہ درست نہیں ہونا چاہئے جب کہ گھروں میں جمعہ کو منع کرنے والے بعض حضرات بھی ایسی صورت میں مسجد کے جمعہ کو درست قرار دیتے ہیں۔

قدیم زمانے میں فیکٹری، کارخانہ اور اسی انداز کے فصیل بند اداروں کے متعلق جمعہ کے جواز وصحت کی نسبت سے سوالات ہوئے ہیں تو اکابر نے جواز وصحت کا فتویٰ دیا ہے۔ اور وجہ یہی لکھی ہے کہ جو بندش ہے وہ نماز کے لئے نہیں بلکہ نظام کے لئے اور کام وادارہ کے حفاظتی مقاصد کے لئے ہے۔

لہٰذا ایسے سرکاری ادارے جہاں عام لوگوں کی آمدورفت کی بندش ہوتی ہے جیسے ایئرپورٹ، ریلوے اسٹیشن وغیرہ، نیز کارخانے سرکاری یا پرائیویٹ جہاں متعلقہ افراد کے علاوہ دوسروں کو آمدورفت کی اجازت نہیں ہوتی تو اس احاطہ وادارہ کے اندر رہنے والے اگر وہاں جمعہ ادا کرتے ہیں تو درست ہے۔

حضرت تھانویؒ ایک فتویٰ میں فرماتے ہیں: اذن عام ہونا بھی منجملہ شرائط صحت جمعہ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ خود نماز پڑھنے والے کو روکنا وہاں مقصود ہو باقی اگر روک ٹوک کسی اور ضرورت سے ہو وہ اذن عام میں مخل نہیں ہے[1]۔

---

[1] امداد الفتاویٰ (شبیری) ۲/۷۸۵-۱۹۵

نماز جمعہ اور مسجد:

بعض حضرات کے فتاویٰ میں اس امر کا بھی ذکر ہے کہ جمعہ تو مسجد میں ہی ہوتا رہا ہے لہٰذا مسجد میں ہونا چاہئے باہر نہیں۔

معاملہ یہ ہے کہ جمعہ کی صحت وجواز کی نسبت سے کتابوں میں مسجد کا ذکر آیا ہے لیکن حنفیہ کے یہاں جمعہ کے شرائط میں اس کا کوئی ذکر وشمار نہیں ہے، ہاں دوسرے بعض حضرات کے یہاں ضرور ہے۔

اسی طرح جن لوگوں کا جمعہ چھوٹ گیا ہو ان کیلئے لکھا ہے کہ دوسری مسجد جس میں جمعہ نہ ہوتا ہو یا کسی مکان میں جمعہ پڑھ سکتے ہیں۔

اور حنفیہ کے یہاں تو یہ صراحت ہے کہ محل جمعہ میں کسی جگہ بھی، مسجد ہو یا میدان وعمارت، جمعہ درست ہے، فتاویٰ رحیمیہ میں اس کی صراحت کرتے ہوئے شہر کے باہر متصل میدان میں نماز جمعہ کی اجازت دی جائے [1]۔

رہی یہ بات کہ یہ معمول ہے کہ جمعہ مسجد میں ہی ادا کیا جاتا ہے تو یہ ایک الگ بات ہے پنجوقتہ نمازیں عموماً مسجد کے اندر ہی ادا کی جاتی ہیں ان کے لئے مسجد سے الگ کوئی مستقل جگہ مجبوری اور کسی ضرورت کی وجہ سے بنائی جاتی ہے، اور جمعہ کی اجتماعیت کی وجہ سے جمعہ مسجدوں میں ہی ادا کیا جاتا ہے۔

جب کہ یہ بھی معمول رہا ہے جواب کم سے کم ہو گیا کہ آبادی کی ہر چھوٹی بڑی مسجد میں جمعہ ادا نہ کیا جائے بلکہ جامع مسجد میں ہی ادا کیا جائے یا چند مسجدوں میں اور بڑی مسجدوں میں، اس پر پہلے بڑے اہتمام سے عمل ہوتا تھا حتیٰ کہ اس کی وجہ سے فقہاء نے اعتکاف مسنون کے لئے لکھا ہے کہ ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا بہتر ہے

---

[1] فتاویٰ رحیمیہ ۳/ ۶۴و۶۵

Scanned with CamSc

جس میں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہوتا کہ نماز جمعہ کے لئے معتکف کو نکلنا نہ پڑے۔
اور یہ بھی لکھا ہے کہ اگر معتکف جمعہ پڑھنے کے لئے دوسری مسجد میں جاتا ہے تو کتنا وقت لگائے اور کیا لحاظ کرے، تا کہ اس کا اعتکاف فاسد نہ ہو۔

گھروں کا جمعہ مزاجوں میں تشتت پیدا کرے گا:

بعض حضرات نے یہ پہلو بھی لیا ہے اور اہتمام سے کہ اگر موجودہ حالات میں تعدد جمعہ اور جگہ جگہ جمعہ کی اجازت دی جاتی ہے تو آئندہ کے لئے مزاج خراب ہوگا اور لوگ بہانے بنا کر اور نکال کر ادھر ادھر جمعہ پڑھنے لگیں گے۔
یہ وجہ وجہت بھی قوی نہیں ہے پنجوقتہ نمازوں میں لوگ حسب موقع بسا اوقات ادھر ادھر جماعت سے نماز پڑھ لیتے ہیں لیکن مسجد کی جماعت سے الگ ہو کر نماز و جماعت کا نظام نہیں بناتے۔
الا یہ کہ کسی مصلحت و ضرورت سے کسی جگہ مستقل جماعت کا نظام بنا دیا گیا ہو کہ لوگ پنجوقتہ یا چند نمازیں بسہولت وہاں جماعت سے ادا کریں اور پھر اپنے کاموں میں لگ جائیں، مسجد جانے آنے کی وجہ سے کام کے خلل سے محفوظ رہیں تو ایسی جگہوں میں مستقل جماعت ہوتی ہے۔
اور پھر سب کے سامنے ہے کہ یہ ایک مجبوری کا حال ہے جس کی وجہ سے ایسا کیا جا رہا ہے یہ کوئی مستقل نظام نہیں ہے۔
تو جیسے کبھی وقتی ضرورت و حال کی وجہ سے مسجد جمعہ سے ہٹ کر کہیں جماعت کر لی جائے تو اس سے خلل نہیں ہوتا اسی طرح یہ بھی ہے، مثلاً جمعہ کی نماز میں مجمع کی زیادتی کی وجہ سے۔ جو مسجد کے اندر نہ آسکے۔ دوسری کسی جگہ جمعہ کا نظام بنا لیا جاتا ہے یا بارش کی وجہ سے مثلاً جمعہ یا عید کی نماز ایک سے زائد جگہ ادا کی جاتی

Scanned with CamSc

ہے اس سے کوئی خلل محسوس نہیں کیا جاتا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ فقہاء نے یہ نہیں لکھا کہ جمعہ چھوٹنے کی شکل میں جب کہ چند آدمی ہوں جمعہ ادا کیا جائے بلکہ ظہر ادا کرنے کی بات کہی ہے۔ یہ بات صحیح ہے عموماً یہی لکھا ہے لیکن یہ بھی لکھا ہے کہ جمعہ کے محل میں بارش وغیرہ کی وجہ سے ضرورۃً گھروں میں جمعہ پڑھا جاسکتا ہے، مفتی عزیز الرحمٰن صاحب و مفتی کفایت اللہ صاحب نے گھروں میں جمعہ کی اجازت دی ہے[۱]۔

مولانا ظفر احمد صاحب نیز مفتی عبد الرحیم صاحب نے جن لوگوں کا جمعہ فوت ہوجائے ان کو کسی مکان میں جمعہ ادا کرنے کی اجازت دی ہے[۲]۔

اور پھر یہ کہ یہاں جمعہ فوت ہونے کا مسئلہ نہیں ہے جو عام طور سے پیش نظر ہے اور ہوتا ہے کہ لوگ رہ گئے کسی وجہ سے کہیں۔

یہاں لوگ اختیار میں ہیں اور مستعد و تیار ہیں مگر ممانعت کی وجہ سے پڑھ نہیں سکتے تو ایسی صورت حال کے لئے خاص حکم ہونا چاہئے[۳]۔

جمعہ کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں تعداد شرکاء:

جمعہ بغیر جماعت کے نہیں ہوسکتا اور حنفیہ کے یہاں اس کے لئے کم از کم چار افراد- عاقل بالغ مرد- کا ہونا -معروف قول کے مطابق ضروری وکافی ہے لہذا کسی گھر یا کسی جگہ اگر چار عاقل بالغ مرد موجود ہیں تو وہ جمعہ ادا کر سکتے ہیں۔ ایک امام اور تین مقتدی۔

---

[۱] کفایت المفتی ۳/ ۲۳۱ و فتاوی دار العلوم دیو بند طبع کراچی ۵/ ۵۷

[۲] امداد الاحکام ا/ ۸۴۷، فتاوی رحیمیہ ۳/ ۲۱۴

[۳] دار العلوم دیو بند، جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن وغیرہ کا فتوی یہی ہے۔

Scanned with CamSc

البتہ اگر کہیں صورت حال یہ ہو کہ صرف تین آدمیوں کی ہی نماز و جماعت میں شرکت کی اجازت ہو، چار بھی نہیں جیسا کہ ملک میں بعض جگہ ہوا ہے، اس لئے کہ حکومت کے عام اعلان کے علاوہ بھی حرکتیں ہوئیں کہیں اذان بھی منع، کہیں مسجد میں بھی جماعت یا خاص طور سے جمعہ منع اور پابندی کرانے کے لئے تالا لگا دیا گیا یا پہرہ بٹھا دیا گیا۔

تو بعض جگہ ایسا بھی ہوا۔ جیسا کہ معلوم ہوا کہ جمعہ میں صرف تین آدمیوں کی اجازت دی گئی۔ ایسی صورت میں فقہ حنفی کے دوسرے قول پر۔ جو اگرچہ ضعیف وغیر مفتی بہ ہے۔ مگر ضرورۃً اس پر عمل کیا جائے گا۔ کیونکہ قانون کا لحاظ بھی رکھنا ہے اور حتی الامکان مسجد کو آباد بھی رکھنا ہے۔

فقہ حنفی کا معروف قول تو چار افراد کا ہے مگر دوسرا قول جو امام ابو یوسفؒ کا ہے وہ امام کے علاوہ دو کا ہے [1]۔

ایک ہی مسجد میں ایک سے زائد جماعت:

کرونا کے حالات میں یہ سوال بھی پیدا ہوا اور آیا کہ ایک ہی مسجد میں جمعہ کی دو جماعتیں کیا حکم رکھتی ہیں۔ یا پنجوقتہ نمازوں کی ایک سے زائد جماعت کا کیا حکم ہے؟

عام حالات میں کسی بھی نماز کی جماعت ثانیہ منع ہے، جس کا مطلب ہے کہ اہل محلہ و اہل مسجد نے معمول کے مطابق نماز ادا کر لی اور اس کے بعد اسی نماز کی دوسری جماعت کی جائے بالخصوص جب کہ اہل محلہ ایسا کریں یہ منع ہے۔

اسی لیے لکھا ہے کہ اگر معمول کی جماعت سے پہلے کچھ لوگوں نے جماعت کی تو گنجائش ہے، اسی طرح غیر اہل محلہ اگر معمول کی جماعت کے بعد جماعت کریں

---

[1] ہدایہ - کتاب الصلاۃ باب الجمعۃ

Scanned with CamSc

جیسے کہ شکل وکل کے بدل دینے پر گنجائش آئی ہے [1]۔

یہ صورت کہ مجمع زائد ہے، دوسری جگہ نہیں ہے تو ایک ہی مسجد میں دوسری جماعت میں حرج نہیں ہے، بعض حضرات نے اس کی اجازت دی ہے۔

اسی طرح جب کرونا جیسی صورت حال میں ایک محدود تعداد کی جماعت کی اجازت ہے، اور اسی تعداد میں لوگ دوسری جماعت کرنا چاہیں تو اس کی بھی گنجائش ہوگی۔

دوسری جماعت یا معمول کی جماعت کے بعد جماعت کی ممانعت کی وجہ پر بھی نگاہ رکھنی ضروری ہے اور وہ ہے اصل ومطلوب جماعت میں خلل اندازی اور کمی کہ دوسری جماعت کا نظام ہونے میں لوگ پہلی اور اصل جماعت کو اہمیت نہ دیں گے جیسا کہ ان جگہوں ومسجدوں میں دیکھنے میں آتا ہے جہاں معمول کی جماعت کے بعد برابر جماعت ہوتی رہتی ہے [2]۔

یہی وجہ ہے کہ پنجوقتہ نمازوں کی جماعت ثانیہ کو چاروں مذاہب میں ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے، حنابلہ کے یہاں وسعت ضرور ہے مگر انہوں نے بھی توسع کو

---

[1] شامی وغیرہ میں یہ تفصیلات مذکور ومعروف ہے

[2] مجمع کی کثرت کی وجہ سے عام حالات میں بھی بعض حضرات نے ایک مسجد میں متعدد جماعت کی اجازت دی ہے، بمبئی کی کتنی مساجد میں اس کے مطابق عمل ہو رہا ہے اور موجودہ حالات میں بھی اجازت دی ہے، اجازت دینے والوں میں دارالعلوم کراچی کا دارالافتاء بھی ہے اور وجوہات اسی انداز کی ہیں جو ذکر کی گئی ہیں، مفتی احمد خانپوری نے بھی بدرجۂ مجبوری اجازت دی ہے (محمود الفتاویٰ ۳/۱۸۷و۱۸۹ غیر مسجد میں بھی اور مسجد میں بھی)

Scanned with CamSc

پسند نہیں کیا ہے اور توسع کے پیش نظر انہوں نے بھی منع کیا ہے [1]۔

ایک مسجد و جگہ میں ایک سے زائد جماعت کیلئے ضروری ہے کہ امام الگ الگ ہو نیز ہر جماعت کیلئے خطبہ اور اذان خطبہ بھی ہو۔

خاص حالات میں جمعہ میں تعدد و توسع کی مصلحت:

ایک بات جمعہ کی جماعت میں توسع کی نسبت سے خواہ ایک ہی جگہ دو مرتبہ جماعت ہو یا مختلف جگہوں میں جماعت ہو۔ یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ آج کے ماحول میں عام مسلمانوں میں نماز کا عمومی اہتمام جمعہ کی حد تک ہے، بقیہ نمازوں کا حال معمولی ہے اور جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کا اہتمام بھی معلوم ہے اور یہ بھی مخفی نہیں رہنا چاہئے کہ ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ نماز میں شرکت اور اس کے لئے مسجد میں آنے کا عوام کے لئے کیا نفع ہے۔

لہذا عوام کو نماز و مسجد سے جوڑے رکھنے کا یہ تقاضا ہے کہ مسئلہ میں تنگی نہ کی جائے بلکہ اس پہلو کو سامنے رکھ کر وسعت دی جائے۔

اس کا ایک نفع یہ بھی ہوگا کہ جب عوام کے سامنے یہ بات ہوگی کہ مسجد میں نہ سہی دوسری جگہوں میں ہم جمعہ ادا کر سکتے ہیں تو لوگ معمول کے مطابق جمعہ کا اہتمام کر کے کہیں نہ کہیں ادا کر لیں گے۔ ورنہ محروم رہیں گے اور کرونا جیسے ماحول میں کئی جمعہ تک اور ایک لمبی مدت تک محروم رہنے اور مسجد سے دور رہنے میں مزاجوں میں کافی فرق پڑ سکتا ہے۔ عوام کا دینی مزاج بڑا نرم و نازک ہوتا ہے۔ اور مسجد سے ان کی وابستگی ایک ہی نماز اور جمعہ تک کیوں نہ ہو، ان کے دین و ایمان کی حفاظت کی ضامن

---

[1] رد المحتار میں ہے حرمین میں رکعت کو دیکھ کر مذاہب اربعہ کے علماء نے ممانعت کا فتویٰ دیا اور رسائل لکھے

Scanned with CamSc

ہوتی ہے۔

عوام کے حالات کو دیکھتے ہوئے آج بہت سے لوگ یہ احساس رکھتے ہیں کہ دیہاتوں میں جہاں جمعہ نہیں ہوتا جمعہ ہونا چاہئے اور جہاں بند کیا گیا وہاں جاری کرنا چاہئے اس لئے کہ شہروں میں تو بہت کچھ ماحول ہوتا ہے، دیہاتوں میں جہاں جمعہ نہیں ہوتا تو جمعہ کے دن بھی حسب معمول سابق سناٹا رہتا ہے نہ کوئی جوش نہ اہتمام، مسجد خالی، اور جمعہ ہوتا ہے تو مسجد ہی نہیں بستی کی رونق کچھ اور ہوتی ہے۔

کرونا کی وجہ سے جن جگہوں میں اس پر اصرار ہوا کہ جمعہ صرف مسجد میں اور بس ایک جماعت مثلاً وہاں کے متعلق یہ بات سامنے آئی کہ اہتمام کرنے والے عوام بے پرواہ و آزاد ہو گئے اور وقت گذرتا جا رہا ہے اور وہ مسجد سے دور ہیں۔

جن حضرات نے توسع کو اپنایا مسجد کے علاوہ گھروں میں اور مسجد میں ایک سے زائد جماعت کی اجازت دی ان کے پیش نظر عوام کا یہی حال و مزاج رہا اور یہی خطرہ و اندیشہ۔

عیدین:

کرونا جیسے ماحول میں اگر عیدین کا موقع آئے اور ایسی ہی بندشیں ہوں تو جمعہ کی طرح عیدین کی نماز میں بھی توسع ہوگا اور متعدد جگہوں میں چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی صورت میں عیدین کی نماز ادا کی جائے گی، خطبہ بھی ہوگا جو بعد میں دیا جاتا ہے۔

جمعہ وعیدین کی چھوٹی جماعتیں اور خطبہ:

جمعہ کے لئے خطبہ شرط ہے، جو نماز سے پہلے دیا جاتا ہے اور عیدین کی نماز کے بعد خطبہ دیا جاتا ہے جو شرط تو نہیں مگر سنت ضرور ہے۔

ایسی صورت میں جب کہ متعدد جماعتیں ہوں معمول کے مطابق خطبہ دینے

Scanned with CamSc

والے نہ ملیں اور خطبہ ممکن نہ ہو تو مختصر سے مختصر خطبہ بھی کافی ہے مثلاً پہلے خطبہ میں سورۂ فاتحہ اور دوسرے میں درود پاک مکمل۔ عیدین کے خطبہ میں آگے پیچھے تکبیر تشریق کے الفاظ بھی شامل کر لئے جائیں۔

عیدین میں تعداد شرکاء:

عیدین کی نماز جمعہ کی طرح بڑی اجتماعیت چاہتی ہے اسی لئے عیدین کی نماز آبادی میں ایک ہی جگہ ادا کی جاتی ہے جبکہ بسا اوقات جمعہ ایک سے زائد جگہ ہوتا ہے۔

جمعہ کی صحت کیلئے چار افراد کی شرط ہے، ایک امام، تین مقتدی، عیدین کیلئے بھی معروف قول کے مطابق یہی بات معروف و مذکور ہے۔

بعض حضرات نے بعض تصریحات کی وجہ سے توسع کی بات کی ہے یا چار سے کم میں جواز کی، مگر یا اکثر حضرات کی رائے نہیں، البتہ اگر کسی جگہ انتظامیہ کی طرف سے یہ بات آجائے کہ بس تین آدمی پڑھیں گے تو جیسے جمعہ میں ایک قول پر گنجائش کی بات آئی ہے اسی طرح یہاں بھی اجازت ہے تاکہ محرومی نہ رہے بلکہ عیدین کی بابت متعدد حضرات کا فتویٰ وسعت کا ہے[۱]۔

عیدین کی نماز ادا نہ کی جاسکے تو بطور نفل نماز:

جن جگہوں میں عیدین کی نماز کی جماعت کا نظام نہ بن سکے اور وہاں عیدین کی نماز نہ ہوتی ہو وہاں کیلئے حکم یہ ہے کہ لوگ تنہا چار رکعت بطور نفل ادا کریں جس کی حیثیت چاشت کی ہوگی، یہ نماز معمول کے مطابق تکبیر زوائد کے بغیر ادا کی جائے گی[۲]۔

---

[۱] بنوری ٹاؤن کراچی نیز دیگر بعض علماء ہند و پاک

[۲] شامی وغیرہ میں مذکور و معروف ہے۔

Scanned with CamSc

جمعہ کے دن ظہر، جمعہ کے محل وجگہ میں:

جمعہ کے دن بھی ہفتہ کے بقیہ دنوں کی طرح پانچ ہی نمازیں ہیں، بس یہ کہ ظہر کی جگہ میں جمعہ ادا کیا جاتا ہے جس جگہ جمعہ کے شرائط پائے جائیں اور نماز ایک ہی ادا کی جاتی ہے، یا جمعہ شہر وقصبات وغیرہ میں ادا کیا جاتا ہے اور ظہر دیہات میں جہاں جمعہ درست نہ ہو یا جمعہ نہ پڑھا جاتا ہو، شہر وغیرہ جہاں جمعہ درست ہے اور ادا کیا جاتا ہے وہاں اگر جمعہ کسی کا چھوٹ جائے یا کوئی معذور ہو تو وہ ظہر کی نماز ادا کرتا ہے، اور تنہا ادا کرتا ہے جمعہ والی بستی میں جماعت جمعہ کی ہوتی ہے ظہر کی نہیں، جس جگہ جمعہ ادا نہیں کیا جاتا وہاں ظہر کی نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے۔

موجودہ صورت حال میں جو آراء سامنے آئی ہیں ان میں بعض حضرات نے جمعہ وظہر دونوں کی جماعت کو منع کیا ہے کہ حکومت کی ممانعت کی وجہ سے جمعہ نہیں پڑھا جائے گا اور جگہ جمعہ والی ہے تو ایسی جگہ ظہر کی جماعت منع ہے۔

اور بعض نے جمعہ پڑھنے والوں کے ماسوا لوگوں کو ظہر کی جماعت سے منع کیا ہے، اس لئے کہ جہاں جمعہ ہو وہاں ظہر کی جماعت نہیں ہے، جب کہ بعض حضرات نے ظہر کی جماعت کی اجازت بھی دی ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ ایک وہ جگہ ہے جہاں جمعہ صحیح ہے اور اس کے ادا کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے، پھر کوئی آدمی جمعہ نہ پڑھے، لاپرواہی میں یا تیاری وشغولی میں رہ گیا، کتابوں میں جو جمعہ کی جگہ ظہر تنہا پڑھنے اور بغیر جماعت ادا کرنے کی بات آئی ہے وہ ایسی جگہوں کے لئے اور ایسے لوگوں کے لئے ہے۔

عام حالات میں دو ہی صورتیں ہیں جمعہ صحیح ہے اور جمعہ درست نہیں بلکہ ظہر ہے۔ اسی کے مطابق حکم لکھا گیا ہے۔

Scanned with CamSc

لیکن یہ خاص صورت حال کہ جمعہ درست ہے، شرائط موجود ہیں آج تک پڑھا جاتا رہا، مگر اس وقت حکومت نے منع کر دیا کہ جمعہ نہ پڑھا جائے کلی طور پر کہ مسجدوں میں تالا لگا دیا جائے یا یہ کہ چند لوگ مسجد میں ادا کر لیں باقی نہیں۔

تو اس صورت خاص کا حکم کتابوں میں مذکور نہیں یہاں جمعہ ادا نہ کرنا مجبوری ہے کہ حکومت کے منع کرنے کی وجہ سے جرم ہے تو کیا ایسی صورت میں بھی نماز ظہر ادا کرنے والے تنہا ہی نماز ظہر ادا کریں گے؟

ایسی خاص صورت حال میں تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ جب جمعہ کی بندش کی وجہ سے جمعہ سے لوگ محروم ہیں تو ظہر کی جماعت کی اجازت دی جائے تاکہ جماعت کے ثواب سے محروم نہ ہوں یہ وہ صورت حال نہیں ہے جس کا تذکرہ کتابوں میں ہے۔

پیچھے یہ بات آچکی ہے کہ حکومت کی کلی ممانعت یا عمومی ممانعت کے باوجود اگر لوگ چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں گھر وغیرہ میں جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں تو اس کی گنجائش ہے اور اس صورت میں سب نے یا عام طور سے لوگوں نے جمعہ ادا کر لیا کچھ لوگ ادھر ادھر رہ گئے تو وہ عام حالات کی طرح تنہا ظہر پڑھیں گے۔

لیکن اگر مسجد کے علاوہ یا ایک دو جگہوں کے علاوہ عمومی طور پر لوگوں کے لئے جمعہ کے ادا کرنے کی شکل نہیں بن سکی تو بقیہ لوگ ظہر کی نماز باجماعت ادا کر سکتے ہیں تاکہ کچھ ظہر باجماعت کی اور کچھ جمعہ کی تلافی ہو سکے۔

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ جمعہ فوت ہونے کی صورت میں ظہر تنہا ادا کرنے اور باجماعت ادا نہ کرنے کی بات فقہ حنفی کی ہے، دوسرے مذاہب میں جمعہ کے دن ظہر باجماعت ادا کرنے کی اجازت ہے[1]۔

---

[1] المغنی ۲/ ۳۴۴ و ۳۴۵ و الکافی لابن عبد البر ۱/ ۲۵۲

Scanned with CamScanner

لہٰذا موجودہ خاص صورت حال میں باجماعت ظہر ادا کرنے کی اجازت دینی چاہئے کہ جمعہ کے محل میں کچھ حق جمعہ کسی شکل میں ادا ہوجائے [1]۔

گھروں میں ہونے والی جماعت میں گھر کی عورتوں کی شرکت:

مسجدوں میں ہونے والی جماعت میں عورتوں کی شرکت کا حکم معروف ہے، مذاہب اربعہ کے فقہاء متاخرین نے اس کو ناپسندیدہ وممنوع قرار دیا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے گھروں میں ہونے والی جماعت میں عورتوں کی شرکت۔ اس بابت تفصیل آگے تراویح کے بیان میں آرہی ہے۔

---

[1] حضرت مولانا تقی صاحب نے اگرچہ جمعہ کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو پسند نہیں کیا ہے تاہم ان موجودہ حالات میں جمعہ کے محل میں باجماعت ظہر کی ادائیگی کی اجازت انہیں وجوہ سے دی ہیں جو ذکر کی گئی ہیں، پاکستان کے دیگر بعض علماء کی رائے بھی یہی ہے۔

Scanned with CamSc

رمضان

روزہ، تراویح واعتکاف

روزہ:

ماہ رمضان کے ۲۹ / ۳۰ روزے فرض ہیں ہر مسلمان عاقل وبالغ مرد ہو یا عورت اس کا مکلف ہے، رخصت صرف اس کو ہے جو مسافر ہے، یا مریض کہ جس کو روزے کی وجہ سے نقصان کا اندیشہ ہے نیز جو آدمی بظاہر مریض نہیں لیکن حالات میں یوں مریض کے درجہ میں ہے کہ اگر روزہ رکھے تو قوی اندیشہ اس کو نقصان پہونچنے کا ہے جیسے حمل والی عورت اور دودھ پلانے والی کہ بسا اوقات یہ خود ٹھیک ٹھاک ہوتی ہیں مگر روزہ کی وجہ سے حمل کو یا شیر خوار بچہ کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

اس وقت یہ بات چل پڑی ہے کہ کرونا کا مرض کمزور قوئی والوں پر زیادہ اثر انداز ہوسکتا ہے۔ اگر چہ اعداد وشمار ایسے نہیں ہے۔ اور روزہ رکھنے سے قوئی کمزور ہوتے ہیں تو آدمی اس کا شکار ہوسکتا ہے لہٰذا اس وقت روزہ نہ رکھ کر بعد میں رکھا جائے۔

اولاً تو بات ایمان کی ہے، ایمان کی بنیاد پر بندہ اقدام کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں کتنے لوگ ہیں جن کو ڈاکٹر شوگر وغیرہ کی وجہ سے رمضان میں روزہ رکھنے سے اور بسا اوقات تاکیداً وسختی سے منع کرتے ہیں لیکن وہ روزہ رکھتے ہیں ایمان در مضان دونوں کی برکت سے ان کو کچھ نہیں ہوتا۔

Scanned with CamSc

ثانیاً یہ کہ اس میں شبہ نہیں کہ روزے سے قویٰ کمزور ہوتے ہیں جو معمولات کے فرق کا نتیجہ واثر ہوتا ہے مگر عموماً - بحمد اللہ - ایسی کمزوری نہیں آتی کہ لوگ اس کی وجہ سے بیمار ہوتے ہوں، اس لئے یہ خیال بس خیال اور وہم وامکان ہے، قوی اندیشہ جس کی وجہ سے رخصت ہوا کرتی ہے وہ نہیں یہاں صرف یہ ہے کہ اگر روزہ رکھا تو روزہ سے کمزوری ہوتی ہے لہٰذا ہم کمزور ہوں گے تو کمزوری کی وجہ سے یہ مرض ہم کو پکڑ لے گا، جب کہ دسیوں کیا سینکڑوں کمزور محفوظ چل رہے ہیں - اس لئے اس خیال کی وجہ سے روزہ کا ترک کرنا درست نہیں ہے -

پھر یہ بھی سوچا جائے کہ روزہ پورے مہینے کا ہے، غیر رمضان میں ایک دو دن یا چند دن کا روزہ بھاری پڑتا ہے اور مہینہ بھر کا روزہ کتنا بھاری پڑے گا ظاہر ہے، ماہ رمضان میں ہر چہار طرف روزے دار ہوتے ہیں ایک ماحول ہوتا ہے، ماہ مبارک کی برکات وانوارات ہوتے ہیں ان سب چیزوں سے ماہ مبارک میں روزہ رکھنے سے تقویت ہوتی ہے - اور ماہ مبارک کے روزوں کی جو فضیلت اور اجر خاص ہے وہ ماہ مبارک میں ہی ملے گا، غیر ماہ مبارک میں نہیں -

مسافر ومریض کو جو روزہ نہ رکھنے کی رخصت واجازت ہے اس میں بھی اکثر حضرات نے اس کو پسند کیا ہے کہ حتی الامکان ماہ مبارک میں ہی روزہ رکھا جائے جب تک کہ اس کی وجہ سے مریض ومسافر کو بڑی پریشانی نہ ہو - اس رائے کی وجہ یہی ہے کہ ماہ مبارک میں روزوں میں سہولت وراحت اور برکت وروحانیت ہے -

روزہ رکھنے کی ترجیح کی بات ان لوگوں کے لئے ہے جو اللہ کے فضل سے مرض سے محفوظ ہیں مرض کے لاحق ہونے کا ان کو خوف ہے، البتہ جو لوگ مرض سے دوچار ہوں ان کے لئے مریض ہونے کی وجہ سے یقیناً گنجائش ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں جب کہ ان کے حق میں اکثر حضرات کا رجحان روزے کا ہی ہے جب تک کہ

Scanned with CamSc

روزہ پریشانی و مشقت کا باعث نہ ہو جیسا کہ پیچھے ذکر کیا گیا۔

تراویح:

ماہ رمضان کی دوسری خاص عبادت تراویح ہے جو پورے رمضان کی-روزانہ بیس رکعات ہے، جس میں ایک قرآن پورا سننے کا اہتمام بھی مطلوب ہے۔

یہ نماز سنت مؤکدہ ہے، اور پورے ماہ ہر ایک کے لئے ہے قرآن پورا سن لیا ہو تب بھی اور نہ سنا ہو تو بھی۔

اس کو تنہا بھی ادا کیا جا سکتا ہے اور جماعت سے بھی، بہتر یہی ہے کہ جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے، جماعت کے ساتھ اس کو ادا کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ ہر محلہ و مسجد میں کچھ لوگ باجماعت ہی اس کو ادا کریں، بقیہ تنہا پڑھ لیں تو ترک سنت کا مواخذہ نہیں ہوگا اور چونکہ تنہا وہ اہتمام نہیں ہوتا جو جماعت میں ہوتا ہے اس لئے اچھا یہی ہے کہ آدمی جماعت کے ساتھ اس نماز کو ادا کرے۔

موجودہ کرونا کی صورت حال میں جب کہ پنجوقتہ نمازوں اور جمعہ کے حق میں بھی پابندی ہے کہ جماعت میں چار پانچ سے زیادہ آدمی نہ ہوں تو ایسی صورت میں مسجد میں محدود جماعت کے اہتمام کے ساتھ بقیہ لوگ گھروں اور دوسری جگہوں میں چھوٹی چھوٹی جماعتوں کا اہتمام کریں، تراویح کی متعدد جماعتوں میں کوئی اشکال بھی نہیں ہے۔

ممکن ہو تو ہر جماعت میں پورا قرآن مجید پڑھا اور سنا جائے، یومیہ ایک ایک پارہ ہو تو بہتر ہے تا کہ کرونا جیسے ماحول میں کم سے کم وقت نماز میں لگے، پارہ وقرآن پورا سننا ممکن نہ ہو تو الم ترکیف پڑھتیں۔ امام کا حافظ ہونا بھی ضروری نہیں اور تراویح کی جماعت دو آدمیوں کی بھی ہوسکتی ہے اور مزید تین چار وغیرہ، جمعہ کی

Scanned with CamSc

طرح چار کی شرط نہیں ہے۔

اور کرونا جیسے ماحول میں جماعت میں باہم اگر فاصلہ رکھا جائے جس کی ہدایت ہے تو فرض نمازوں کی طرح اس میں بھی گنجائش ہے۔

آن لائن نماز:

آن لائن جماعت کسی بھی نماز کی درست نہیں ہے خواہ پنجوقتہ فرائض میں سے ہو یا جمعہ وتراویح، آن لائن کا مطلب ہے کہ ایک مسجد کے واسطہ سے یا ایک گھر کے واسطہ سے بہت سے گھروں میں لوگ نماز پڑھیں یا دوکانوں وغیرہ پر جو جہاں ہو اس لئے کہ جماعت واقتداء کی صحت کے لئے بالخصوص مسجد کے باہر جو لوگ ہیں ان کے لئے اتصال صفوف ضروری ہے جس کا مطلب ہے کہ نمازیوں کے درمیان بڑا فاصلہ نہ ہو کہ اس میں کافی آمد ورفت ہو یا سواریوں کی آمد ورفت ہو سکے[1]۔

تراویح میں موبائل کے واسطے سے قرآن سننا:

تراویح میں قرآن کریم سننے کے لئے موبائل یا کسی طرح کے الکٹرانک ذرائع کا استعمال کرنا درست نہیں ہے، اس طرح نماز، جماعت واقتداء درست نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ کوئی انسان امامت کرے اور وہ قرآن مجید سنائے جیسا کہ نمازوں کا عام معمول ہے۔

تراویح میں قرآن مجید ہاتھ میں رکھنا اور دیکھ کر پڑھنا:

نماز میں قرآن مجید یادداشت کی بنیاد پر پڑھا جاتا ہے، تراویح میں چونکہ قرآن مجید پورا یا اس کا بڑا حصہ پڑھا جاتا ہے اور بسا اوقات حافظ میسر نہیں ہوتا یا اچھا

---

[1] دارالعلوم کراچی کے فتویٰ میں نیز دیگر حضرات کے یہاں بھی یہی بات ہے

Scanned with CamSc

حافظ تھکن ملنا اور لوگ پورا قرآن مجید سننا چاہتے ہیں اس کی وجہ سے یہ سوال پیدا ہوا، اوران دنوں کچھ زیادہ ہی چل پڑا۔ جیسے کہ آن لائن اور موبائل وغیرہ کے مسائل لوگوں نے اٹھائے۔

تو قرآن مجید ہاتھ میں لے کر اور دیکھ کر پڑھنے کی صورت میں چونکہ نماز کے اندر غیر ضروری نقل وحرکت کا امکان ہے جو زیادہ ہوجائے تو عمل کثیر کی حد میں آجاتی ہے اور اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اس لئے یہ منع وناپسندیدہ ہے، تاہم اگر بآسانی صفحات واوراق کھولے جاسکیں اور رکوع وسجدے کے موقع سے بھی معمولی عمل وحرکت ہو تو نماز میں بالخصوص تراویح میں دیکھ کر قرآن پڑھنے کی حنفیہ کے یہاں بھی ایک قول کے مطابق گنجائش ہے اچھا بہرحال نہیں ہے۔ ؎

گھر میں ہونے والی جماعت میں عورتوں کی شرکت:

نماز باجماعت میں عورتوں کی شرکت کا معاملہ بحکم معروف ہے ہندوستان میں بالخصوص احناف کی مساجد میں عورتیں نماز باجماعت میں شرکت نہیں کرتیں اور نہ اس کا کوئی انتظام ہوتا ہے اور نہ تنہا عورتوں کی جماعت عام طور سے ہوتی ہے کہیں ہوجاتی ہو تو ممکن ہے۔

تراویح کا معاملہ بھی یہی ہے کہ تراویح کی جماعت میں بھی عورتیں شریک

؎ اس بابت اعلاء السنن (۵/۴۸تا۵۲) میں کچھ تفصیل آئی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اثر ممانعت کا ذکر کیا ہے مگر سندی حیثیت مضبوط واضح نہیں ہے جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اثر بخاری وغیرہ میں جواز کا آیا ہے جس کی بنا پر بعض حضرات نے بڑی وسعت برتی ہے حنفیہ کے یہاں امام صاحب وصاحبین کے اختلاف کی بات بھی آئی ہے، انعام الباری (۲/۳۳۹) میں بھی مسئلہ کی تفصیل آئی ہے۔

Scanned with CamSc

نہیں ہوتیں، خال خال کہیں ہو سکتا ہے، البتہ کہیں کہیں صرف عورتوں کی تراویح کی جماعت ہوتی ہے۔ بالخصوص اس لئے کہ ادھر عورتوں میں حفظ کا رواج ہوا ہے اور حافظ بچیوں و عورتوں کی بھی اچھی خاصی تعداد ہے۔

ہم اس موقع سے اس کے عمومی حکم و نظام پر گفتگو نہیں کریں گے بلکہ موجودہ ماحول میں چونکہ سوال ہوا ہے اور جواب بھی دیا گیا ہے اس لئے کچھ لکھ رہے ہیں، سوال ہوا ہے کہ گھروں میں تراویح کی نماز ادا کی جائے تو عورتوں کی شرکت کا کیا حکم ہے۔

جواب دینے والے بعض حضرات نے اصل حکم ممانعت وغیرہ کو ذکر کرنے کے ساتھ گنجائش ذکر کی ہے اور ساتھ ہی یہ لکھا ہے کہ جو عورتیں تراویح کی جماعت میں شریک ہوں وہ عشاء اور وتر تنہا ہی پڑھیں گویا ان حضرات نے گنجائش و توسع جو دی ہے وہ تراویح کے حق میں نفل ہونے کی وجہ سے۔

احقر کی رائے میں یہ تفصیل و فرق محل نظر ہے۔ اور اس انداز کی کوئی بات کتابوں میں بھی نہیں ہے، اصل بات یہ ہے کہ اصلا پنجوقتہ نمازوں کی جماعت میں شرکت کی ممانعت ہے جس کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت ہوتی ہے، اسی لئے احادیث میں اس بابت مسجد کا ذکر ہے، اور اس کا کہ مسجد سے منع نہ کیا جائے اور یہ کہ عورتوں کے لئے گھر میں ہی نماز پڑھنا بہتر ہے وغیرہ[۱]۔

پھر عورتوں کی مستقل جماعت جو ظاہر ہے کہ گھر میں ہی ہوگی اس کو بھی منع کیا گیا، جس کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کیلئے جو تستر (پردہ داری) مطلوب ہے اجتماعی نماز بھی اس سے مناسبت نہیں رکھتی اسی سے سمجھا جائے کہ گھر میں کوٹھری در کوٹھری کی نماز کو عورت کیلئے بہتر کہا گیا ہے۔

---

[۱] ملاحظہ ہو جامع الاصول ۸/ ۱۴۴-۱۴۷ حدیث ۸۳۸۷ و مابعد

Scanned with CamSc

اب سوال یہ ہے کہ گھر کے اندر جماعت ہو رہی ہے اور نماز میں شرکت کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت نہیں ہے تو اگرچہ اس کو بھی عمومی طور پر پسند نہیں کیا گیا تھی کہ گھر کے اندر صرف عورتوں کی جماعت کو بھی منع کیا گیا۔

لیکن جب گھر کے اندر جماعت ہو رہی ہے اور عورتوں کے لئے نماز میں شرکت کے لئے کسی اہتمام کی ضرورت نہیں تو جماعت میں شرکت کی گنجائش ہونی چاہئے اور اس میں فرض و نفل کا فرق سمجھ میں نہیں آتا۔ جب اجازت ہے تو عشاء کی فرض نماز نیز تراویح و وتر سب نمازیں باجماعت ادا کریں گی اور اسی طرح گھر کے اندر پنجوقتہ نمازوں کی جماعت میں بھی اگر عورتیں شرکت کریں تو اجازت ہوگی۔

بالخصوص جب کہ گھر کی نماز و جماعت میں گھر ہی کے لوگ ہوں، محارم یا ایک ہی گھر کے اندر رہنے والے افراد تو عورتوں کا جماعت میں شریک ہونا کوئی بڑی قباحت نہیں رکھتا ہے اور تراویح کی نسبت سے قرآن کریم سننے کی غرض سے، تراویح کی نماز میں شرکت اور ساتھ ہی عشاء، وتر کی جماعت میں وسعت و گنجائش ہے۔

حدود و ہدایات کا بہرحال خیال رکھنا ہوگا، پردہ، لباس کا اہتمام اور خوشبو وغیرہ جیسی فتنہ اور اشیاء سے احتراز و اجتناب جس کا ذکر اس سلسلہ کی احادیث میں بھی آیا ہے۔

عورتوں کی شرکت کی صورت میں بہتر شکل یہ ہے کہ نماز کی جگہ سے متصل دائیں بائیں یا پیچھے کسی کمرے کے اندر ہوں تا کہ بالکل الگ تھلگ ہوں اور درمیان میں پردہ ڈال دیا جائے تو بھی ٹھیک ہے، ان کی آمد و رفت اور نقل و حرکت کا نظام مردوں کی جگہ سے بالکل الگ ہونا ہی بہتر ہے۔

Scanned with CamSc

اعتکاف:

رمضان کی تیسری اہم عبادت اعتکاف ہے، رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، ہر بستی ومحلہ ومسجد میں کم از کم ایک آدمی کے اعتکاف کرنے سے یہ سنت ادا ہو جاتی ہے ورنہ سب کا مواخذہ ہوگا۔

ایک مسجد میں ایک سے زائد افراد بھی اعتکاف کر سکتے ہیں ایک سے زائد افراد اعتکاف کریں تو ایک دوسرے سے فاصلہ پر رہیں تاکہ عبادت میں یکسوئی رہے اور بلا وجہ ادھر ادھر کی باتیں نہ کریں۔

کرونا جیسا ماحول ہو تو یہ دوری اور اہم ہے کہ ایسے ماحول میں ہر موقع پر اس کا پابند بنایا گیا ہے کہ لوگ قریب نہ ہوں۔

معتکفین کی تعداد زیادہ ہو یعنی چار پانچ سے کہ اس حد تک افراد کے مسجد میں جمع ہونے کی گنجائش دی گئی ہے۔ یا اگر کسی جگہ مسجد مکمل بند ہو یا فرض نمازوں کے علاوہ بند ہو تو ایسی صورت میں مسجد کے بجائے گھر میں اعتکاف کیا جا سکتا ہے۔

ویسے تو مردوں کے اعتکاف کے لئے مسجد کا حکم ہے، بلکہ اعتکاف کی تعریف ہی یہ ہے۔ عورتوں کے لئے مسجد کا اعتکاف حدود کی رعایت کے ساتھ جائز تو ہے لیکن پسندیدہ نہیں ہے، ان کے لئے پردہ کے احکام کی وجہ سے گھر میں ہی اعتکاف کا نظام بنانا پسندیدہ ہے بلکہ یہی حکم ہے۔

مردوں کے لئے گھر کا اعتکاف مجبوراً ہے، ایک آدمی اس عبادت کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے اور مسجد میں اعتکاف ممکن نہیں تو اس کے لئے یہ درست ہے کہ وہ اپنے گھر یا کسی گھر کے کسی حصہ میں اعتکاف کی نیت سے قیام کر لے۔

بالخصوص اس وقت جگہ جگہ گھروں میں نماز کا نظام ہے، جمعہ و جماعت سب کا سلسلہ ہے اور حالات کے مطابق عید کی نماز بھی ادا کی جائے گی تو ایسی صورت میں

Scanned with CamSc

جن گھروں میں جو حصہ نماز کے لئے خاص کیا گیا ہے یعنی عارضی مسجد قرار دیا گیا ہو اسی میں اعتکاف کا نظام بنالیا جائے۔

اعتکاف کے لئے مسجد کی جو قید معروف ہے اس کی وجہ سے عارضی مستقل مسجد میں۔کامپلیکس میں فلیٹ یا کامپلکس سے متصل نماز کے استعمال ہونے والی جگہ جو قانونی حیثیت سے مسجد نہیں ہوتی لیکن عملاً و عرفاً مسجد ہوتی ہے۔سارا نظام مسجد کا چلتا ہے۔ بہت سے حضرات اس میں اعتکاف کی اجازت نہیں دیتے کہ یہ مسجد شرعی نہیں ہے لیکن اصل تو عمل و عرف ہے اس لئے اس کو مسجد شمار کرتے ہوئے اس میں اعتکاف کی اجازت ہوگی۔

مفتی عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں:

جبکہ بستی میں مسجد ہی نہیں ہے تو جس مکان میں پنجوقتہ نماز باجماعت ادا کرنے کا انتظام ہو اس میں اعتکاف کیا جائے امید ہے کہ سنت مؤکدہ کا ثواب ملے گا نہ کیا تو کوتاہی کا بار رہے گا جتنا ہوسکے کرگذرنا چاہئے ،قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے[1]۔

اسی طرح آج کل کے ماحول کی عارضی نمازگاہیں بھی یہ گنجائش رکھتی ہیں کہ وہاں اعتکاف کی اجازت دی جائے تاکہ نیکی کے طلبگار کچھ تو فائدہ اٹھاسکیں۔

مفتی عبدالرحیم صاحب سے سوال ہوا:

بستی میں مسجد تھی لیکن شہید کردی گئی ہے اور دوسری جگہ مدرسہ میں نماز باجماعت ادا کرتے ہیں تو کیا وہاں اعتکاف کرسکتے ہیں اور اعتکاف کرنے سے سنت مؤکدہ اعتکاف ادا ہوجائیگا؟

---

[1] فتاویٰ رحیمیہ ۵/ ۲۰۹

فرمایا:

اگر شہید شدہ مسجد میں اعتکاف کرنا ممکن نہ ہو اور بستی میں دوسری مسجد نہ ہو تو وہاں اعتکاف کیا جائے مدرسہ کا اعتکاف معتبر نہ ہوگا، اگر مسجد نہیں ہے تو صحیح ہو جائے گا ان شاء اللہ [1]۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اعتکاف کے لئے اصل مسجد ہے مگر بات مصالح و حالات کی ہے، عورتوں کا اعتکاف بھی اصلاً مسجد میں ہے، ائمہ ثلاثہ کے یہاں مسجد میں ہی عورت اعتکاف کرے گی فقہ حنفی میں بھی اصل حکم یہی ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ عہد نبوی و عہد صحابہ میں مسجد سے الگ اعتکاف کا ثبوت عورتوں کے لئے بھی نہیں ہے۔

عہد نبوی میں اور بعد میں بھی حضرات ازواج مطہرات کا اعتکاف مسجد نبوی میں ہی ہوتا تھا، عہد نبوی کی بات تو معروف ہے بعد میں بھی یہی تھا۔

مگر پردہ کے مصالح کے پیش نظر جب کہ عام نمازوں میں بھی عورتوں کی شرکت روک دی گئی ہے تو یہ پسند کیا گیا کہ عورت اعتکاف گھر میں ہی کرے، عام نمازوں میں تو بہت تھوڑے وقت و وقفہ کے لئے عورت مسجد میں آتی ہے اور اعتکاف میں دس دن مستقل مسجد میں رہنا ہوتا ہے۔

عورت کے لئے گھر میں اعتکاف میں یہ بھی ہے کہ اس جگہ اعتکاف کرے جہاں مستقل نماز پڑھتی ہو یہ نہیں کہ عارضی طور پر جگہ کا انتخاب کرے، اصل یہی ہے تاہم عارضی جگہ متعین کر کے اعتکاف کی بھی اجازت ہے [2]۔

جہاں تک سوال ہے اس کا کہ گھروں کے اعتکاف کو بدعت کہا گیا ہے اس

[1] فتاویٰ رحیمیہ ۵/۲۰۹

[2] ردالمحتار ۳/۴۲۳، بدائع میں مسجد کے اندر اعتکاف کو خلاف افضل کہا گیا ہے

Scanned with CamSc

لئے مردوں کو منع کیا گیا ہے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے گھر کے اندر عورت کے اعتکاف کو بدعت کہا ہے جیسا کہ حضرات شوافع وحنابلہ نے ذکر کیا ہے اس لئے ان حضرات نے عورت کے لئے بھی مسجد کے اعتکاف کو کہا ہے [۱]۔

دوسری بات یہ کہ متعدد متون حدیث کی کتابوں میں حضرت ابن عباس سے مطلقاً بدعت ہونا نقل کیا ہے [۲] اور الفاظ یوں ہیں: ان من البدع الاعتکاف فی المساجد التی فی الدور (گھروں کی مسجدوں میں اعتکاف بدعت ہے) تو اس کا امکان ہے کہ انھوں نے کسی خاص حال کو دیکھ کر اور تاثر کے تحت اس کو بدعت کہہ دیا ہو جیسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے صلاۃ الضحیٰ کو بدعت کہا اسی طرح بعض صحابہ نے فجر کی نماز میں قنوت کو بدعت کہا [۳]۔

طبرانی وغیرہ کی ایک روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا کہ کچھ لوگ مسجد کے علاوہ فلاں فلاں جگہ اعتکاف کئے ہوتے ہیں؟

فرمایا: مجھ کو۔ تو بس یہی معلوم ہے کہ اعتکاف تو مسجد جماعت میں ہی ہوتا ہے [۴]

---

[۱] متعدد کتابوں میں حضرت ابن عباس کے اس قول کو نقل کیا گیا ہے اور حدیث وسند کی قوت کا بھی مگر متون حدیث کی کتابوں میں اس کا ذکر نہیں مل سکا، موسوعہ فقہیہ کے حاشیہ میں بھی اس کا تذکرہ ہے، محدثین میں ابن رجب حنبلی نے شرح بخاری میں (فتح الباری لابن رجب ۳/۱۷۰) اور فقہاء میں ابن مفلح بہوتی، رحیبانی وغیرہ نے ذکر کیا ہے

[۲] مصنف عبدالرزاق وبیہقی وغیرہ نے اسی کو ذکر کیا ہے فی السنن حدیث ۸۵۷۳

[۳] معارف السنن ۴/۲۳ و ۲۶۷ صاحب فتح القدیر وغیرہ نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔

---

[۴] نصب الرایہ ۲/۱۵۱۷ اعلاء السنن ۹/۱۵۷ ورواہ الدارقطنی ۲/۲۰۰

Scanned with CamScanner

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہی بات نقل کی گئی ہے[1] اور بغیر کسی تفصیل کے مرد و عورت کی نسبت سے۔

ایک بات یہ بھی قابل توجہ ہے کہ اس بابت صحابہ و تابعین کے متعدد آثار ہیں جن میں سے بعض کو گھروں میں اعتکاف کی ممانعت میں نقل کیا گیا ہے اور بعض میں وسعت کی بات آئی ہے اور ممانعت بھی۔

سب کو دیکھنے کے بعد ایک بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اختلاف کا موضوع گھروں میں اعتکاف نہیں بلکہ اس بابت اختلاف ہے کہ چھوٹی چھوٹی مسجدیں جو محلے میں ہوا کرتی ہیں اور پرانے زمانہ میں ایک خاندان کی آبادی و مکانات کے درمیان ہوا کرتی تھیں جن کو مساجد الدور اور "المساجد التی فی الدور" کہا گیا ہے ان میں اعتکاف درست ہے یا شہر کی جامع مسجد اور بڑی مساجد میں اعتکاف کرنا چاہئے۔

تو بعض حضرات کا رجحان یہ رہا کہ اعتکاف بڑی مسجد میں ہو جس کیلئے "مسجد یجمع فیہ" اور "مسجد جماعۃ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، یہ رجحان حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ و حضرت عائشہ وغیرہ کا نیز تابعین میں سعید بن مسیب، ابن شہاب زہری، عروہ بن زبیر وغیرہ کا ہے[2]۔

ابن عباس بھی ان لوگوں میں شامل ہیں اس لئے کہ ان سے بدعت کی بات "المساجد التی فی الدور" کے لفظ سے نقل کی گئی۔

---

[1] نصب الرایہ ۲/۵۱۷ و ۵۱۸ رواہ البیہقی

[2] مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۳۰۸، ۳۰۹- حدیث (۹۷۶۲) و مابعد، بیہقی کی سنن کبریٰ میں بھی اس قسم کی روایات آئی ہیں نیز مصنف عبد الرزاق میں بھی ہیں

Scanned with CamScanner

البتہ عورتوں سے متعلق جوان کی روایت ہے اس میں الفاظ یوں ہیں: سئل عن اعتکاف المرأۃ فی مسجد بیتها فقال: بدعة، وأبغض الأعمال إلى الله البدع، لا اعتکاف إلا فی مسجد تقام فیه الصلاۃ یہ الفاظ ائمہ ثلاثہ کے مدعا کیلئے اور مسجد کے ماسوا اعتکاف کے رد کیلئے بہت واضح ہیں۔

جبکہ بعض کے رجحان میں وسعت رہی اور محلوں کی نیز چھوٹی چھوٹی مسجدوں میں بھی انہوں نے اجازت دی، یہ رائے ابوقلابہ، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی اور شعبی وغیرہ کی ہے نیز حضرت ابن مسعود سے بھی گنجائش نقل کی گئی ہے[1]۔

بظاہر اس بنا پر کہ مسجد کوئی بھی ہو عموماً اس میں پنجوقتہ نمازوں کی جماعت ہوتی ہے، جمعہ نہ ہوتا ہو تو معتکف جمعہ کیلئے دوسری مسجد میں جا سکتا ہے جیسا کہ کتب فقہ میں تفصیل موجود ہے۔

جب کہ بعض تابعین سے مردوں کے لئے مسجد میں اعتکاف کا جواز نقل کیا گیا ہے[2] اور عورتوں کے لئے گھر میں اعتکاف کے جواز کی بابت کوئی مضبوط و واضح چیز منقول نہیں بس مناسبت والی بعض چیزیں ہیں[3]۔

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۷۰ (حدیث ۹۷۵۳) ومابعدہ مصنف عبدالرزاق حدیث (۸۰۱۲) وغیرہ

[2] مصنف عبدالرزاق حدیث ۸۰۰۵ نقلاً عن مجاہد و ۸۰۲۳ نقلاً عن الشعبی

[3] مصنف عبدالرزاق ۸۰۲۱، ۸۰۲۲، حضرت عائشہ سے مکہ کے ایک مقام پر اعتکاف نقل کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ ان کے بھائی عبدالرحمن نے منع کیا اور کہا کہ کہیں لوگ اس کو معمول نہ بنالیں تو حضرت عائشہ نے فرمایا بس میرے جی میں ایک خواہش تھی۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے ابراہیم نخعی کا ایک قول ہے جس سے اس کی وسعت معلوم ہوتی ہے (مصنف ۸۰۲۳)

Scanned with CamSc

زکاۃ

اور

صدقہ وخیرات

زکاۃ اسلام کے فرائض وارکان میں سے ہے، نماز وروزہ کی طرح مسلمان اس کے مکلف ہیں، فرق یہ ہے کہ نماز وروزہ ہر مسلمان پر فرض ہے اور زکاۃ مالداروں پر، جس کی تفصیلات معروف ہیں، سال بھر میں ایک مرتبہ حساب کرکے زکاۃ نکالی جاتی ہے، جب بھی سال پورا ہو جائے۔

صدقہ وخیرات کا نہ کوئی نصاب اور نہ کوئی سال جب موقع آئے تو آدمی اپنی وسعت کے مطابق نیکی کے کاموں میں خرچ کرے مالدار ہو یا غریب، پریشان حالیوں میں اس کی مزید اہمیت ہے کہ صدقہ وخیرات سے پریشانیاں اور مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پریشان حالیوں اور مصیبتوں میں زائد سے زائد نیکیاں کرنے کا حکم دیا ہے، کسی شکل میں ہو تو صدقہ وخیرات کا بھی حکم دیا ہے۔

سورج گرہن کا مشہور واقعہ جو عہد نبویؐ میں پیش آیا، آپؐ نے گرہن کی نماز ادا کی، صحابہؓ سے خطاب میں ایسی چیزوں کی اہمیت بتاتے ہوئے حق تعالیٰ کی طرف رجوع وانابت، توبہ واستغفار کا حکم دیا اور مختلف نیکیوں کے اپنانے کا تو صدقہ وخیرات کا بھی حکم دیا[1]۔

---

[1] صحیح بخاری، ابواب الکسوف

Scanned with CamSc

لہٰذا شخص اور فرد کی پریشانی ہو یا قوم وانسانیت کی ایک مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ وہ بارگاہ خداوندی میں رجوع کرے اور نیکیاں اپنائے، صدقہ وخیرات بھی کرے۔

کرونا ہو یا اس جیسا کوئی حال۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ اس میں اس کا اہتمام کرنا چاہئے اور بحمد للہ کچھ لوگ کرتے ہیں۔

موجودہ حالات نے جو معاشی پریشانیاں ومشکلات پیدا کی ہیں ان میں بھکمری، فاقہ کشی، مالی دشواریاں سب ہیں، حکومتوں نے اقدامات کئے ہیں اور عوام سے بھی اپیل کی ہے، چنانچہ بہت کچھ ہو رہا ہے، افراد و تنظیمیں مسلم وغیر مسلم سب کر رہے ہیں، اس ضمن میں سوالات پیدا ہو رہے ہیں:

۱۔ گورنمنٹ کی امداد سے فائدہ اٹھانا کیسا ہے؟

۲۔ غیر مسلموں کی امداد سے مسلمانوں کا فائدہ اٹھانا کیسا ہے؟

۳۔ مسلمانوں کی وہ امداد جو سود وزکاۃ کے علاوہ دوسرے قسم کے اموال سے ہو۔

۴۔ مسلمانوں کی وہ امداد جو ملے جلے اموال سے ہو کہ صدقہ وخیرات کے ساتھ زکاۃ وسود سب قسم کے اموال جمع کر کے مدد کی جارہی ہو۔

۵۔ مسلمانوں کی وہ امداد جو خالص زکاۃ جیسی رقوم سے ہو۔

۶۔ مسلمانوں کی وہ امداد جو سود کی رقم سے ہو۔

ان سوالات کا جواب یہ ہے کہ:

۱۔ حکومت مسلم ہو یا غیر مسلم اس کی امداد سے استفادہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۲۔ غیر مسلموں کی امداد سے بھی فائدہ اٹھانے میں حرج نہیں اور اس تحقیق وتدقیق میں پڑنا کہ نہ جانے کیسا مال اور کیا ہو، اس کی بالخصوص پریشان حالی میں کوئی ضرورت نہیں ہے۔

Scanned with CamSc

۳۔ مسلمانوں کی ایسی امداد جو زکاۃ وغیرہ جیسی مدوں سے خالی ہو اس سے ہر مسلمان فائدہ اٹھا سکتا ہے، خواہ مستحق زکاۃ ہو یا نہ ہو اور ہر غیر مسلم کی بھی اس سے مدد کی جا سکتی ہے۔

۴۔ مسلمانوں کی ایسی امداد جو ہر قسم کے مال پر مشتمل ہو جس میں زکاۃ و سود وغیرہ جیسی رقوم بھی ہوں اس سے بھی ہر آدمی کے استفادہ میں کوئی حرج نہیں، مستحق زکاۃ ہو یا نہ ہو نیز مسلم ہو یا غیر مسلم اس لئے کہ جب امداد کا مال مختلف قسم کا ہے اور مجموعی مال و فنڈ سے بغیر کسی تفصیل کے مدد کی جا رہی ہے کہ یہ فلاں رقم اور فلاں رقم ہے تو اس میں اجمالی حساب و نظام یہ ہوگا کہ غیر مستحقین کے لئے مال کا وہ حصہ شمار کیا جائے جو زکاۃ وغیرہ سے الگ ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بہتر ہے کہ رقوم الگ الگ رکھ کر حسب موقع صرف کی جائیں لیکن اگر ایسا نہ ہو تو بھی گنجائش ہے۔

۵۔ مسلمانوں کی طرف سے کی جانے والی وہ امداد جو خالص زکاۃ یا اس جیسی رقوم سے ہو تو اس سے غیر مستحقین زکاۃ مسلمان یا غیر مسلم ان کے استفادہ کا سوال اہم ہے۔ ایسی صورت میں بہتر یہی ہے کہ کچھ رقم دوسری مدوں کی بھی شامل کر لی جائے جیسا کہ ۴ نمبر کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو سکے تو:

(الف) مذاہب اربعہ کا معروف قول ہے کہ زکاۃ سے سادات فائدہ نہیں اٹھا سکتے اور ان کو زکاۃ نہیں دینی چاہئے۔

لیکن ایک قول حنفیہ و شافعیہ وغیرہ کے یہاں یہ ہے کہ سادات زکاۃ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں جب کہ صورت حال یہ ہو کہ اگر اس قسم کی رقم سے ان کی امداد و استفادہ منع کیا جائے تو ان کو سوال کی ذلت برداشت کرنی ہوگی یا وہ فاقہ کشی

Scanned with CamSc

واضطرار کا شکار ہوں گے ؎۱۔

لہٰذا ایسی پریشان حالی میں زکاۃ کی رقم کو سادات میں صرف کرنے کی اور ان کے اس سے استفادہ کی اجازت دی جانی چاہیے۔

(ب) زکاۃ کے مستحقین مسلمان ہی ہیں غیر مسلم نہیں، تاہم شافعیہ وحنابلہ کے مذہب میں معروف ہے کہ تالیف قلب کے مواقع میں غیر مسلموں کو بھی زکاۃ دی جاسکتی ہے ؎۲۔

لہٰذا موجودہ جو صورت حال ہے اس میں اگر کہیں زکاۃ ہی کی رقم ہو جس سے امداد کی جاسکتی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ سادات کی طرح غیر مسلموں پر بھی یہ رقم صرف کی جائے۔

معاملہ یہ ہے کہ آج کے جیسے ہنگامی حالات میں جیسے زیادہ تحقیق وتفصیل نہیں کی جاسکتی، تفریق بھی نہیں کی جاسکتی کہ ہم تو صرف مسلمانوں کو دے سکتے ہیں اور ہمارے پاس تو ایسی رقم ہے جو مسلمانوں پر ہی صرف کی جاسکتی ہے۔

آج کی صورت یہ ہے کہ بہت سے ملکوں میں قانونی طور پر امدادی ورفاہی کاموں میں اس طرح کی تفریق وتفصیل منع ہے بلکہ جرم ہے، انتظامیہ پر قانونی

؎۱ ملاحظہ ہو فیض الباری ۳/۵۲ مع حاشیہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ رجحان جواز کا ہے ومعارف السنن ۵/۲۶۶، ۲۶۵، فیض الباری میں ہے وأخذ الزکاۃ عندی أسھل من المسوال فالأحتج به أیضا (فیض ۳/۵۲)

؎۲ معارف السنن ۵/۲۸۲ و ۲۸۳، معارف السنن میں شوافع وغیرہ کے قول جواز کا تذکرہ ہے خود صاحب معارف کی رائے نہیں ہے۔

Scanned with CamSc

کارروائی ہو جاتی ہے اور جہاں قانون نہ ہو تو ماحول تو ہے ہی ہندوستان جیسے ملک جہاں حساسیت بہت ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں کو فرقہ واریت کا رخ دے کر ہوا بنا دی جاتی ہے اور بدل دی جاتی ہے، لہٰذا ایسی صورت حال میں بغیر کسی تفصیل وتفریق کے مدد کی جانی چاہئے، جب کہ شرعاً کچھ نہ کچھ گنجائش ہے، اور یہ ایک دعوتی اور اسلام کے حق میں اچھی شبیہ بنانے و پیش کرنے کا بھی موقع ہے۔

۶۔سود کی رقم کا معاملہ یہ ہے کہ علماء اس کو مصارف صدقہ میں صرف کرنے پر متفق ہیں البتہ برصغیر میں اس بابت دو قسم کی آراء ہیں:

(الف) سود کی رقم واجب التصدق ہے، لہٰذا واجب التملیک بھی ہے، زکاۃ کی طرح اس لئے اس کو اشخاص پر ہی خرچ کیا جا سکتا ہے اور مصارف زکاۃ میں ہی خرچ کریں گے، بعض حضرات نے اس رائے کے تحت بھی غیر مسلموں کے لئے اجازت دی ہے[1]۔

(ب) سود کی رقم واجب التصدق تو ہے لیکن واجب التملیک نہیں ہے لہٰذا تمام مصارف خیر میں اس کو خرچ کیا جا سکتا ہے، یہ لقطہ کی طرح ہے اور لقطہ کا مصرف عام ہے، اس لئے ہر قسم کے رفاہی کاموں اور مسلم وغیر مسلم سب میں اس کو صرف کیا جا سکتا ہے[2]۔

---

[1] فتاویٰ رحیمیہ ۶/۱۲۱

[2] فتاویٰ عثمانی مولانا تقی ۳/۱۲۸-۱۴۰، حضرت تھانویؒ نے بھی کچھ اسی قسم کی بات فرمائی ہے اور مفتی عبدالرحیم صاحب وغیرہ نے اس کو رفاہی کاموں میں استعمال کی بات کی ہے، اس مد عنوان کے تحت غیر مسلم بھی آجاتے ہیں (ملاحظہ ہو سود اسلامی نقطۂ نظر سے-مولانا الاسعدی-بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ وغیرہ)

Scanned with CamSc

لہٰذا اس رقم سے بغیر کسی تفصیل وتفریق ہر ایک کی امداد کی جاسکتی ہے اور ہر قسم کا آدمی اس سے استفادہ کرسکتا ہے۔

۷۔ ایک سوال یہ بھی سامنے آیا کہ کرونا کی وجہ سے جو صورت حال بنی ہے اس میں غریب نہیں امیر بھی پریشان ہیں بعض لوگ بڑے سرمایہ دار ہیں ان کے پاس کافی املاک ہیں دوکانوں وغیرہ میں لاکھوں کی مالیت کا سامان ہے، لیکن نقد کچھ نہیں کہ جس سے روزمرہ کی اور صبح وشام کی ضرورت پوری کرسکیں۔

تو کیا ایسے لوگوں کی امداو زکاۃ کی رقم سے اس بنیاد پر کی جاسکتی ہے کہ ان کا معاملہ ابن السبیل کا ہے، یعنی ایسا شخص جو سرمایہ دار اور مالدار ہوتا ہے مگر اس کے پاس جو مال دولت ہے وہ گھر میں ہے جہاں سے کچھ منگایا نہیں جاسکتا اور اس وقت وہ گھر سے باہر دور مسافرت میں ہے اور ہاتھ خالی ہے ضروریات کو پورا کرنے کی پریشانی ہے ایسے شخص کو زکاۃ کے مصارف میں شمار کیا گیا ہے۔

لیکن جو اپنے ٹھکانے پر ہو جہاں سب کچھ موجود ہے بس نقد نہیں ہے تو اس کو ابن السبیل کا مصداق قرار دینا درست نہیں معلوم ہوتا، آج تو گھر سے باہر اور دور جو سرمایہ دار ہو اس کے لئے بہت سی شکلیں موجود ہوتی ہیں مال کے حصول کی، تو جو اپنے ٹھکانہ پر ہو وہ تو سب کچھ کرسکتا ہے، قرض وغیرہ کے حصول کی شکلیں وہ بآسانی اختیار کرسکتا ہے۔

تاہم زکاۃ کے علاوہ دوسری رقوم سے اس کا استفادہ درست ہے اور اس کی مدد کی جاسکتی ہے [1]۔

---

[1] شامی وغیرہ میں ابن السبیل کی کئی صورتیں ذکر کی ہیں مگر ان میں اس قسم کی کوئی چیز وبات نہیں ہے۔

Scanned with CamSc

مسئلہ تملیک:

بعض حضرات نے ان سوالات کو سامنے رکھ کر یہ بات کہی ہے کہ جہاں غیر مسلم کی امداد کا معاملہ ہو (اسی طرح دیگر غیر مستحقین زکاۃ) وہاں تملیک کے ذریعہ یہ کام کیا جائے۔

معاملہ یہ ہے کہ ایسے مواقع کے لئے تملیک کا فتویٰ دینا تو آسان ہے لیکن تملیک کی جو حقیقی صورت ہے اس کو اپنانا دشوار ہے، وہ تمام ادارے جو زکاۃ کی رقوم کا استعمال کرتے ہیں اولاً تو تملیک نہیں کراتے اور ثانیاً اگر کچھ جگہوں میں ہو تو حقیقی تملیک کا نظام بہت مشکل ہے۔ اس لئے جو چیز عملاً مشکل ہے اور ضرورت کے باوجود اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے بجز حیلہ رسمیہ کے یا زبانی تذکرہ کے تو اس کے بجائے ضرورت کے مدنظر گنجائش کے اقوال پر کیوں نہ عمل کیا جائے۔

Scanned with CamSc

حج وعمرہ

اور

قربانی

حج بھی اسلام کے فرائض وارکان میں سے ہے اور عمرہ فرض تو نہیں البتہ سنت ہے۔

حج اس پر فرض ہوتا ہے جو حج کی قدرت رکھے، چلنے پھرنے پر قادر ہو اور حج کے لئے سفر کی ضرورت ہو تو پورے سفر کے اخراجات پر قادر ہو، جتنی مدت یا مسافت کا سفر ہو اس کے حساب سے اس کے پاس اخراجات کے لئے سرمایہ موجود ہو بلکہ حج کو جانے کی صورت میں گھر پر جو متعلقین ہوں جن کا نفقہ اس کے ذمہ ہے، بیوی، بچے، والدین وغیرہ ان کے نفقہ کا بھی انتظام ہو۔ حج کا مطالبہ ان تفصیلات کے ساتھ ہے [۱]۔

حج وعمرہ کو اس مجموعہ میں اس لئے لیا گیا کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی کے پاس سارے انتظامات ہوں گے لیکن کسی وجہ سے سفر کر کے مکہ مکرمہ تک پہونچنا مشکل یا ناممکن ہوتا ہے تو ایسی صورت میں کیا حکم ہوگا۔

ادائیگی حج اور مطالبۂ حج کے لئے فقہاء نے جن امور کا تذکرہ کیا ہے ان میں ایک چیز یہ بھی ہے کہ سفر کا راستہ پُرامن ہو اور اغلب احوال میں اطمینان ہو کہ آدمی

---

[۱] ملاحظہ ہو شامی وغیرہ

Scanned with CamSc

سفر کرکے مکہ مکرمہ تک پہونچ سکے گا، اگر کسی وجہ سے یہ ناممکن ہو، راستہ میں رکاوٹیں ہوں، جنگل ہوں، جانور ہوں، جنگ وجدال اور لوٹ مار کی چیزیں ایسی ہوں کہ قوی اندیشہ منزل تک پہونچنے کے بجائے راستہ میں جان ومال کے ضیاع کا ہو تو ایسی صورت میں حج کا مطالبہ ساقط ہو جاتا ہے[1]۔

اگرچہ یہ اختلاف ہے کہ آیا فرض ہی ساقط یا ادائیگی کا مطالبہ ساقط، دوسری صورت میں حج بدل کا انتظام بنانا پڑتا ہے اگر موت سے قبل حج نہیں کر سکا۔

معاملہ یہ ہے کہ کرونا کے ماحول کی وجہ سے مکہ مکرمہ کے باہر کے لوگوں کو عمرہ سے روک دیا گیا ہے اور اہم بات یہ ہے کہ حج سے بھی روک دیا گیا ہے، مکہ سے باہر کے لوگ جن کو حج کے لئے مکہ مکرمہ کا سفر کرنا ہوگا وہ حج کے لئے نہیں جا سکیں گے۔

اب ایک آدمی کے پاس سرمایہ وغیرہ موجود ہے، اور اس کا ارادہ وانتظام بھی امسال یا ایسے ماحول وحالات میں سفر حج کا ہے تو کیا حکم ہوگا؟

اگر حج کو نہیں گیا اور خدانخواستہ آئندہ حج کے بغیر انتقال ہو گیا تو کیا گنہگار ہوگا؟

ایک رائے کے مطابق تو اس پر حج ہی فرض نہیں، دوسری رائے کے مطابق حج فرض تو ہے مگر ادائیگی کا مطالبہ نہیں، دونوں صورتوں میں امسال حج نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوگا۔

قربانی:

قربانی بھی واجبات میں سے ہے، موجودہ حالات میں کچھ لوگوں نے اس انداز کی باتیں کی تھیں کہ جب اصل حکم حج وعمرہ کی بجا آوری ممکن نہیں تو رقم مصارف

---

[1] ملاحظہ ہو شرائط مطالبہ حج

Scanned with CamSc

خیر میں لگا دی جائے، یہ رائے درست نہیں، فرائض وواجبات میں یہ نہیں ہوتا۔ اصل حکم کی بجاآوری کا ہی حتی الامکان حکم ہوتا ہے ورنہ تاخیر۔

البتہ نفل حج وقربانی۔ اسی طرح عمرہ جو واجب نہیں اس کے مصارف کو ضرورتمندوں میں صرف کردینا بہتر ہے ثواب زیادہ ملے گا۔

جہاں تک واجب قربانی کا معاملہ ہے تو حتی الامکان قربانی ہی کرنی ہوگی حسب وسعت چھوٹا بڑا جانور یا بڑے کا ایک حصہ اپنے ٹھکانہ وشہر میں کسی وجہ سے اگر ناممکن ہو تو دوسرے مقامات میں معتبر لوگوں کے ذریعہ قربانی کرائی جائے۔

اور بقرعید کے دن گذر گئے اور قربانی نہیں ہوسکی تو خریدکردہ جانور چھوٹا ہو یا بڑا اس کو صدقہ کردیا جائے قربانی کی قضا نہیں کہ اگلے سال کرلیں گے۔

اور اگر قربانی کے دنوں میں جانور نہیں خریدا جاسکا تو بعد میں بھی جانور خرید کر صدقہ کرسکتا ہے اور قیمت کا بھی مگر صدقہ چھوٹے جانور بکری کا یا اس کی قیمت کا لکھا ہے (کتابوں) میں بڑے جانور کے حصہ حساب سے یا مل کر بڑا جانور خرید کر صدقہ کرنے کو منع کیا ہے لیکن مجبوری کی صورت حال میں جبکہ بندشوں کی وجہ سے انتظام بنانا ممکن نہیں ہوا اور بکری کی مالیت پر قدرت واستطاعت نہیں اگر چند آدمی ملکر ایک بڑا جانور خرید کے صدقہ کردیں تو گنجائش وکفایت سمجھ میں آتی ہے، مجبوری اور موجودہ حالات کی وجہ سے اصل حکم یہ نہیں ہے، عام دنوں میں اس پر عمل نہیں کیا جاسکے گا کہ فقہاء نے صراحۃً اس کو منع کیا ہے[1]۔

---

[1] احسن الفتاوی ۷/۵۰۸/ خاص حالات میں مفتی کفایت اللہ صاحب نے بڑے جانور کے ساتویں حصہ کی قیمت صدقہ کرنے کی اجازت دی ہے (کفایت المفتی ۸/۲۱۲)

Scanned with CamSc

نکاح

زندگی کے معمولات ومعاملات میں خرید وفروخت وغیرہ نیز نکاح وطلاق وغیرہ بھی ہیں۔

یہاں نکاح کو اس لئے شامل کیا گیا ہے کہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ نکاح کا نظام بنتا ہے اور کسی وجہ سے ایک جگہ میں عاقدین- نکاح کرنے والے مرد وعورت کا براہ راست یا بالواسطہ جمع ہونا ناممکن ہوتا ہے، براہ راست کا مطلب ہے کہ خود موجود ہوں اور بالواسطہ کا مطلب ہے کہ وکیل موجود ہو۔

وجہ یہ ہوتی ہے کہ جہاں نکاح ہونا ہوتا ہے وہاں تک سفر کرکے آنا کسی وجہ سے ناممکن ہوتا ہے، مثلاً نکاح کرنے والا ملازم ہے، چھٹی نہیں ملی، یا سواری کا نظام نہیں بن سکا وغیرذلک تو ایسی صورت میں بروقت نکاح کرنے کی کیا شکل ہوگی۔

آج کل بیرون ملک سے نکاح کے لئے الکٹرانک آلات اور ویڈیو کانفرنسنگ وغیرہ کا استعمال ہورہا ہے تو کیا ان ذرائع سے نکاح ہوجاتا ہے اور اس وقت کرونا کے ماحول میں یا اس جیسے ماحول میں اگر یہ شکل اپنائی جائے اور کسی طرح کے فون یا دیگر الکٹرانک آلات کے ذریعہ ایجاب وقبول کرایا جائے تو کیا یہ ایجاب وقبول معتبر ہوگا۔

خرید وفروخت وغیرہ کے معاملات میں اس طرح کی شکلیں اور دیگر خط وکتابت وغیرہ کی سب کا اعتبار ہے اور سب کے ذریعہ معاملہ طے پاجاتا ہے۔

لیکن نکاح کا معاملہ یہ ہے کہ کل عقد- جس جگہ ومجلس میں ایجاب وقبول کا

Scanned with CamSc

نظام بنایا جائے اس جگہ و مجلس میں عاقدین کو خود یا دونوں کے وکیل یا ایک کے موجود ہوتے ہوئے دوسرے کے وکیل کا نیز دونوں گواہوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔ ورنہ نکاح نہیں ہوگا۔

فون کسی طرح کا ہو یا دیگر الکٹرانک آلات جن کے ذریعہ لوگ آواز سنتے ہیں اور بسا اوقات آواز والے کو اور اس کی حرکات وسکنات کو بھی دیکھتے ہیں ان کے استعمال میں یہ بات نہیں پائی جاتی کہ ایک فریق اور کبھی دونوں مجلس ایجاب وقبول میں موجود نہیں ہوتے اور ہوسکتا ہے کہ گواہ بھی نہ ہوں سب ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ ایک دوسرے کے رابطہ میں ہوں۔

اگر نکاح کی یہ شکل ہوگی تو نکاح نہیں ہوگا، اگر کہیں ایسا ہو کہ عاقدین میں سے کوئی ایک۔ یا دونوں مجلس میں موجود نہ ہوں تو جو غائب ہوگا اس کا وکیل اس کی نمائندگی کرے گا اور اس کے واسطہ سے ایجاب وقبول انجام پائے گا بشرطیکہ دونوں گواہ ایجاب وقبول کی مجلس میں موجود ہوں۔

خلاصہ یہ کہ نکاح کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ دونوں گواہ اور شوہر و بیوی، یا دونوں کے وکیل یا کسی ایک کا جو موجود نہ ہو اس کا وکیل مجلس عقد میں موجود ہوں۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر تحریر کے ذریعہ نکاح ہو اور ایجاب وقبول ہو کہ مرد وعورت دونوں کی طرف سے صرف تحریر ہی تحریر ہوں تو نکاح درست نہیں ہوگا کم از کم یہ ہونا چاہئے کہ ایک طرف کی تحریر دوسری طرف جب پہونچے تو دوسرا فریق گواہوں کو بلا کر ان کے سامنے آئی ہوئی تحریر کو پڑھ کر سنائے اور اسکے ساتھ اس تحریر کے مطابق نکاح کے قبول کرنے کا اظہار اپنی زبان سے گواہوں کے سامنے کرے، تب نکاح منعقد وصحیح ہوگا ورنہ نہیں[1]۔

---

[1] ردالمحتار ۴/ ۲۷ و ۳۷ و فتاویٰ عثمانی ۲/ ۳۰۴ و ۳۰۵

معاملات

اجرت وملازمت

کرونا کی وجہ سے زندگی کی نقل وحرکت میں جو تعطل پیدا ہوا اور اس کی وجہ سے جو مسائل پیدا ہوئے ان میں ایک مسئلہ یہ بھی آیا کہ کاروبار بند ہے تو اب دوکان، آفس وشوروم وغیرہ کے کرایہ کا کیا ہوگا۔

تو ظاہر ہے کہ عمارتیں جو کرایہ پر لی جاتی ہیں ان کا کرایہ کرایہ دار سے کرایہ کی عمارتوں کے قبضے میں ہونے اور قبضہ میں دیئے جانے کی بنیاد پر ہوتا ہے لہٰذا ایسی ساری عمارتیں جو دوکان یا تجارتی اغراض کے لئے لی گئی ہوں سب کا کرایہ کرایہ داروں کو دینا ہوگا۔

اہم معاملہ ومسئلہ ملازمین کی تنخواہ کا ہے کسی ادارہ کے جو مستقل ملازمین ہیں جن کو ماہانہ تنخواہ ملا کرتی ہے اور اس وقفہ کی جو چھٹیاں ہوتی ہیں وہ ایک دن کی، یا چند دن کی، یا مزید لمبی، بغیر کسی امتیاز کے پوری مدت اور تمام دنوں کی تنخواہ ان کو ملا کرتی ہے اور یہ ان کا استحقاق ہوتا ہے۔ جو چھٹیاں ملازمین اپنی ضرورت کے تحت اپنے اختیار سے لیتے ہیں ان کا معاملہ حسب ضابطہ ومعاہدہ ہوتا ہے۔

لیکن کرونا کی وجہ سے جو تعطل ہوا ہے، ہر قسم کے کام کا اور آمدنی کا۔ تو ایسی صورت میں یہ چھٹی غیر اختیاری ہے، ملازمین کی طرف سے بھی اور اداروں کی طرف سے بھی۔

Scanned with CamSc

اس کو دیکھتے ہوئے کہ ملازمین کی طلب و عمل کے بغیر جو چھٹی ہے اس کی تنخواہ ان کو ملنی چاہئے، چنانچہ بعض حضرات نے اسی رائے کا اظہار کیا ہے اس بنیاد پر کہ یہ چھٹی گویا ادارے کی طرف سے ہے، ملازمین کی طرف سے نہیں اور ادارہ کی چھٹی پر تنخواہ کا استحقاق ہوتا ہے۔ لیکن اس میں دوسرا پہلو یہ ہے کہ ادارے جو بند ہوئے ہیں تو اس میں ان کا کوئی اختیار نہیں ہے، بلکہ حکومت کے حکم سے بند ہیں اور کام بند، آمدنی بند، تو ادارہ والے بھی بے اختیار اور آمدنی بھی نہیں، تو ادارے کیوں تنخواہ دیں اور کہاں سے دیں اور کب تک دیں۔

اس مسئلہ میں ایک رائے یہی ہے کہ ملازمین اس وقفہ میں کسی تنخواہ کے مستحق نہیں اور یہی بات معقول معلوم ہوتی ہے، اگر معمولی مدت ہوتی تو سوچا جا سکتا تھا۔

البتہ یہ بات بھی ہے کہ ایسی مجبوری و پریشانی کے حال میں اداروں کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے ملازمین کی ملازمت کو کلی طور پر ختم کر دیں اس لئے کہ ادارہ کے بند ہونے اور اس کے کام و آمدنی میں ملازمین کا کیا دخل، چنانچہ حکومت نے بھی اس قسم کی ہدایت دی ہے۔

جیسے حکومت نے اس قسم کی بھی ہدایت دی ہے کہ کرایہ داروں سے کرایہ نہ لیا جائے، نیز یہ کہ ملازمین کی تنخواہیں نہ روکی جائیں۔

اس بابت کسی فیصلہ و مطالبہ میں حکومت کی ہدایات کا لحاظ بھی رکھا جائے گا اور اگر حکومت کی ہدایت ہے کہ جملہ ملازمین کو تنخواہ دی جائے تو جس حد تک تنخواہ دینے کی حکومت بات کر رہی ہے بیان کا حق ہوگا۔

اور حکومت کی ہدایات سے زیادہ اداروں کے اصول و ضوابط نیز ان کے معمولات کو دیکھا جائے گا۔

اور مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مدارس میں نہ ملازمت ختم کی جائے اور نہ

Scanned with CamSc

تنخواہ کم یا ختم کی جائے بلکہ معاملہ یہ کیا جائے کہ فی الحال حسب وسعت جو ممکن ہے وہ دیں گے اور آئندہ چند ماہ میں حالات کے درست ہونے پر پوری تنخواہ ادا کر دی جائے گی کیونکہ ان اداروں کو اور ان کی کارکردگی کو باقی رکھنا ہے اور اس کے مستقل وقدیم کارکنوں کو بھی ادارے سے جوڑے رکھنا ہے تاکہ ادارہ کے مفادات حسب سابق باقی و محفوظ رہیں اور خدمات حسب سابق جاری رہیں۔

اعانتی ورعایتی قرض:

ہر حکومت اپنے عوام کی فکر و مدد کرتی ہے اور خاص حالات میں مزید توجہ دیتی ہے۔ چنانچہ امدادی رقوم بعض مناسبوں سے دیتی ہے جن کی واپسی نہیں ہوتی اور واپسی والی رقوم میں چھوٹ دیتی ہے، کچھ حصہ معاف کر دیتی ہے، کچھ مدت تک سود نہیں لیتی یا سود کی شرح معمولی ہوتی ہے جو تجارتی شرح ہوتی ہے۔ گورنمنٹ کی ایسی امداد سے مسلمان کبھی بھی اور کہیں بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ بالخصوص ہندوستان میں اور کرونا وغیرہ جیسی آفات، طوفان و زلزلہ وغیرہ مثلاً جو لوگ ضرورتمند ہوں ان کے لئے ایسی رعایتوں اور قرض سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، ہندوستان کے ممتاز ارباب افتاء نے اس کی اجازت دی ہے۔ (ملاحظہ ہو نظام الفتاویٰ وتجاویز فقہ اکیڈمی)[1]

---

[1] نظام الفتاویٰ ۱/۲۵۶، ۲۶۹ وغیرہ نیز سود اسلامی نقطۂ نظر سے ص ۲۹۲، ۲۹۳

Scanned with CamSc

امراض

اور

تعدیہ وچھوت چھات

اللہ تعالیٰ نے ہم انسانوں کے جسموں کے نظام میں صحت کے ساتھ بیماری کا نظام بھی رکھا ہے جو مختلف قسم کی ہوتی ہیں اور صحت کی حفاظت کے لیے ان کے ازالہ کا نظام وطریقہ اپنانا پڑتا ہے۔

اس لئے ہم کو جسم وجان کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اور صحت کی حفاظت اور اس کی بہتری کی فکر کا اور جسم کو کسی طرح کا عارض لاحق ہو تو اس کے ازالہ وعلاج کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ صحت کے لئے دوا کا بھی حکم دیا گیا ہے اور پرہیز واحتیاط کا۔

اس کائنات میں سب کچھ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے تو جملہ بیماریاں بھی اسی کی طرف سے ہیں اور اس نے ہر بیماری کی دوا رکھی ہے یہ بات احادیث میں بڑی صراحت ووضاحت کے ساتھ آئی ہے۔ رہ گئی یہ بات کہ دوا کے باوجود شفا نہیں ہوتی اور بہت سے امراض کی کوئی دوا نہیں ملتی، تو شفا کا ہونا نہ ہونا یہ تو اللہ کے قبضہ قدرت اور اس کی مشیت کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔

اور کوئی مرض ایسا ہو کہ اس کی دوا نہ ہو، نہ ملتی ہو لوگ انکار کرتے ہوں جیسے کہ اس وقت کرونا کا مرض ہے اس کی دوا تیار کرنے کی فکر کی جارہی ہے اور اس طرح کے نئے اہم امراض میں برابر ایسا ہوتا ہے تو یہ ہمارے علم کی کمی ہے، اور کسی مرض

Scanned with CamSc

سے نیا سابقہ، جب کوئی مرض ایسا ہو جو بظاہر پہلے کبھی انسانیت کو پیش نہ آیا ہو اور نہ کسی مناسبت سے انسانی ذہن اس کی طرف منتقل ہوا ہو تو اس کی دوا کی فکر و تلاش تو اس مرض کے سامنے آنے پر ہی ہوگی، اس سے پہلے نہیں، جیسے مشینی ایجادات میں ہم دیکھتے ہیں کہ صدیوں پہلے کیا ایک دو صدی پہلے اور چند دہائیوں پہلے جن چیزوں کو سوچا نہیں گیا وہ آج وجود میں ہیں اور دن بدن ایجادات سامنے آتی جا رہی ہیں اور ترقی کر رہی ہیں۔

ارشاد نبوی ہے:

یا عباد اللہ تداووا فإن اللہ لم یضع داء إلا وضع له شفاء

(ترجمہ: اے اللہ کے بندو دوا کیا کرو کہ اللہ نے جو بھی مرض پیدا کیا ہے اس کی دوا رکھی ہے)[۱]۔

ایک حدیث میں ہے:

ہر مرض کی دوا ہے جب مرض کو (اس کی) دوا مل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفا ہو جاتی ہے[۲]۔

صحت کی حفاظت اور مرض کے ازالہ کے لئے پرہیز و احتیاط کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ ایسی چیزوں کے کھانے پینے اور قریب جانے سے جو مرض پیدا کر سکتی ہوں یا مرض میں اضافہ کریں یا جسم کو کمزور کریں۔

احادیث میں بعض صحابہ کیلئے یہ آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کسی چیز کے

---

[۱] رواہ احمد وابوداؤد والترمذی (مشکوٰۃ ابواب الطب والرقی ترمذی کتاب الطب باب ما جاء فی الدواء وابوداؤد کتاب الطب باب ۲۶

[۲] مسلم کتاب السلام باب لکل داء دواء

Scanned with CamSc

کھانے سے یہ کہہ کر منع فرمایا کہ تم کو یہ مرض ہے، یہ تمہارا یہ حال ہے تو تمہارے لئے یہ اس چیز کا کھانا مناسب یا زیادہ بہتر ہے، حضرت علی و حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں اس قسم کی احادیث آئی ہیں[1]۔

اور ایک حدیث کا مضمون ہے:

اللہ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اس کو دنیا سے ایسے ہی بچاتا ہے جیسے تم اپنے (خاص قسم کے) مریض کو پانی سے بچاتے ہو[2]۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ کوئی بھی چھوٹی بڑی پریشانی، جو کسی بھی صورت میں ہو وہ عذاب بھی ہو سکتی ہے، اور آزمائش بھی۔ اور انعام و اکرام و نوازش کا سبب بھی[3]۔

بیماریاں و پریشانیاں کس حد تک آدمی کو نوازتی ہیں؟ احادیث کے مطابق ایک مومن کو اللہ کا اس درجہ مقرب و محبوب بنا دیتی ہیں کہ جہاں یہ فرمایا گیا ہے جب کسی کی عیادت کو جائے تو اس کے لئے دعاء خیر کرو، وہیں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ مریض سے اپنے حق میں دعا کے لئے کہو[4]۔

حتی کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ مرض کی وجہ سے ہونے والی نوازشوں کا تذکرہ فرما رہے تھے تو ایک صاحب نے کہا: بخدا میں

---

[1] الترمذی کتاب الطب باب ماجاء فی الحمیۃ والمستدرک کتاب الطب باب التمریض بالمرید

[2] رواہ الترمذی کتاب الطب باب ۲۶ باب ماجاء فی الحمیۃ

[3] الادب المفرد للبخاری باب کفارۃ المرض نیز بخاری وغیرہ کتاب المرضی والطب الامراض المکفرۃ للذنوب

[4] ابن ماجہ، الجنائز باب عیادۃ المریض

تو کبھی بیمار نہیں ہوا آپ نے فرمایا ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ تمہارا ہم سے تعلق نہیں[1]۔

یہ اس لئے ہوا کہ اس آدمی کے کبھی کسی طرح کی بیماری میں مبتلا نہ ہونے کا باعث آپ نے یہ سمجھا کہ اس کے ساتھ اللہ کا معاملہ مواخذہ، پکڑ و گرفت کا نہیں بلکہ استدراج، ڈھیل اور پھر اچانک و بڑی پکڑ کا ہے، جو کسی وقت بھی ہو سکتی ہے، جس سے دوسروں کو بھی نقصان پہونچ سکتا ہے۔

بلکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص سے آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کو کبھی بخار آیا، یا کبھی سر میں درد ہوا، اس نے انکار کیا، اس کے جانے کے بعد آپ نے فرمایا: کوئی کسی جہنمی کو دیکھنا چاہے تو اس کو دیکھ لے[2]۔

ایسی دواؤں کا استعمال جس میں کسی ممنوع چیز کے ملے ہوئے ہونے کا تذکرہ و خیال ہو:

بیماریاں طرح طرح کی، دوائیں بھی طرح طرح کی، کبھی بعض امراض کی ایسی دواؤں کا معاملہ بھی سامنے آتا ہے جن میں کسی غلط چیز، حرام یا نجس شے کے ملے ہوئے ہونے کا تذکرہ یا شائبہ ہوتا ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ اگر یہ محض ایک خیال ہے جو تحقیق سے ثابت نہیں ہے تو جو بات خیال و وہم کی حد تک ہے شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں، کم از کم ایسی دواؤں کا استعمال ممنوع نہیں، اولیٰ و بہتر ہونا اور بات ہے۔

---

[1] رواہ ابوداؤد الجنائز باب الامراض

[2] ابن حبان و مسند احمد وغیرہ و رواہ البخاری فی الابواب المفرد

دوسری بات یہ کہ یہ امر جب ظن غالب یا یقین کے درجہ میں آجائے تو بدرجہ مجبوری ایسی دواؤں کی اجازت ہوتی ہے جب معتبر و معتمد ڈاکٹروں کی تجویز ہو اور دوسری کوئی دوا نہ ہو۔

الکوحل میں تو کافی وسعت ہے، تفصیل آچکی ہے۔ دوسری چیزیں بھی جب ضرورت بن جائیں تو ان کی اجازت دی جاتی ہے جیسا کہ کتب فقہ اور کتب فتاویٰ میں موجود ہے۔

پھر لگانے والی دوا، اور کھانے والی دوا میں بھی فرق کیا جائے گا۔

آج کل ڈراپ ٹیکہ وغیرہ کی شکل میں آنے والی بعض دواؤں کے متعلق ایسا سمجھا جاتا ہے جیسے پولیو کی دوا، اور کرونا کی دوا کے متعلق بھی کہا جا رہا ہے مگر باضابطہ تحقیق نہیں اور نہ تحقیق ممکن ہے اس لئے کہ متعلقہ اداروں سے تحقیق میں مدد نہیں ملتی، اس لئے گنجائش ہے۔

داڑھی منڈانا مریض کے لئے یا اسپتال کے عملہ کے لئے:

بعض امراض میں بالخصوص آپریشن کی صورت میں مریضوں کو سارے بدن کے بالوں کو یا خاص طور سے سر و چہرہ کے بالوں کو صاف کرنے دمونڈنے کا حکم دیا جاتا ہے، مسئلہ اہم داڑھی اور اس کے بالوں کا ہے۔

اگر مرض و آپریشن کی نوعیت کے پیش نظر معتبر ڈاکٹر واقعۃً اس کی ضرورت بتاتے ہوں اور ایسا نہ کرنے میں کوئی خطرہ محسوس کرتے ہوں تو اس کی اجازت دی جائے گی، مرض وعلاج کا معاملہ جب تک ہے، اس وقت تک اس کے بعد پھر حسب سابق داڑھی کا اہتمام کرنا ہوگا۔

کبھی عملہ کے لوگ ڈاکٹر و معاونین وغیرہ کے لئے اس قسم کی ہدایات ہوتی

Scanned with CamSc

ہیں مثلاً کرونا کا علاج کرنے والوں کے لئے چہرہ پر خاص قسم کے ماسک کا حکم دیا جاتا ہے جو چہرہ پر داڑھی کے بال رہتے ہوئے اس حد تک چہرہ میں سیٹ نہیں ہوتا کہ مریض ومعالج دونوں کی نسبت سے ایک دوسرے کے لئے اطمینان ہو۔ حتی کہ داڑھی والے معالجین کو الگ کر دیا جاتا ہے۔ تو علاج ومعالجہ کی جانبین کے لئے جو اہمیت ہے اس کے پیش نظر اس کی اجازت دی گئی ہے۔ تاکہ مریض بھی محفوظ رہے اور معالج بھی۔ (پاکستان کے علماء کی ایک جماعت نے یہ فتویٰ دیا ہے جس کی مولانا تقی صاحب نے بھی تصدیق کی ہے)

کرونا کی کٹ میں وضوونماز:

کرونا کا علاج کرنے والا عملہ ڈیوٹی کے حال ووقت میں ایک خاص لباس میں ہوتا ہے جو سرتاپیر ہوتا ہے، ڈیوٹی کے پورے وقت اس کو کھولنے اور بدن سے ہٹانے کی اجازت نہیں ہوتی اور یہ وقفہ ایسا ہوتا ہے کہ اس میں نماز اور وضو کا مرحلہ آتا ہے۔

آدمی پورے وقفہ میں باوضو و پاک ہے تو نماز کا وقت ہونے پر اسی کٹ میں نماز پڑھ سکتا ہے، اس میں رکوع وسجدہ سب ممکن ہوتا ہے بس یہ کہ چہرہ براہ راست زمین سے نہیں لگتا بلکہ مخصوص لباس چہرہ پر بھی ہوتا ہے تو اس میں کوئی حرج سمجھ میں نہیں آتا۔

اہم مسئلہ ان لوگوں کیلئے ہے جو باوضو نہیں ہوتے اور ایسے وقت وحال میں نہ وضو کر سکتے ہیں اور نہ تیمم، ان کیلئے حکم یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ نماز کو مؤخر کر کے پڑھیں جب ڈیوٹی ختم ہو تو جو نماز میں رہ گئی ہوں ان کو ادا کرلیں۔

بعض حالات واعذار میں نماز کو وقت سے مؤخر کرنے کی اجازت دی گئی

Scanned with CamSc

ہے مریض اگر سر کے اشارہ سے نماز ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کیلئے حکم یہی ہے کہ وہ نماز کو مؤخر کر دے اور جب اشارہ پر قادر ہو یا نماز کے عمل پر تو نماز ادا کرے [۱]۔

حالات جنگ میں جب معرکہ آرائی جاری ہو اور جماعت سے یا تنہا کسی طرح نماز کا ادا کرنا ممکن نہ ہو الا یہ کہ آدمی چلتے چلتے اور ہتھیار چلاتے چلاتے نماز پڑھے تو حنفیہ کا یہاں حکم یہ ہے کہ نماز کو مؤخر کر دیا جائے جب باطمنان جملہ ارکان کے ساتھ نماز کا ادا کرنا ممکن ہو تو نماز ادا کی جائیگی [۲]۔

معروف ہے کہ غزوۂ خندق میں ایک دن تین نمازیں مؤخر کر کے اور قضا کر کے ادا کی گئیں اور ایک دن دو نماز میں قضا ہوئیں [۳]۔

حتی کہ فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ جس آدمی کے ذمہ کئی یا کافی قضا نمازیں ہیں اور وہ اہل وعیال کیلئے کمائی میں ایسا مشغول ہے کہ ان نمازوں کو جلدی ادا کر کے بری الذمہ نہیں ہو سکتا تو وہ نمازوں کو مؤخر کر کے دھیرے دھیرے کر کے ادا کرے اسی طرح بعض اور چیزوں کی نسبت سے بھی لکھا ہے [۴]۔

مرض کا تعدیہ اور چھوت چھات:

اہم بات یہ کہ یہ جو خیال ہے اور بعض کی رائے میں تجربہ ہے کہ بیماریاں، سب نہ سہی تو بعض ایک سے دوسرے کو لگتی ہیں۔ عہد نبویؐ اور اس سے ماقبل بھی بعض اہم بیماریاں مثلاً جذام (کوڑھ) برص (سفید داغ) وغیرہ کے لئے ایسا سمجھا جاتا تھا،

---

[۱] ردالمحتار ۲/۵۷۰

[۲] ردالمحتار ۳/۷۶

[۳] صحیح بخاری وغیرہ

[۴] ردالمحتار ۲/۳۵۰ و ۹۲۵ باب صلاۃ المریض

Scanned with CamSc

ایسے ہی طاعون کو اسی قبیل سے سمجھا جاتا تھا، جیسے اس وقت خصوصیت سے موجودہ بیماری کرونا کے لئے سمجھا جارہا ہے۔

تعدیہ وچھوت کا یہ نظریہ کیا اس بابت ہم کو اسلامی تعلیمات میں رہنمائی ملتی ہے؟

احادیث کی معتبر کتابوں میں نہایت معتبر احادیث ہم کو دونوں قسم کی ملتی ہیں تائیدوالی اور انکار والی، یہ کھلا تعارض ہے اسی لئے علماء امت نے تطبیق میں گفتگو کی ہے، اور دو توجیہات معروف بلکہ مقبول ومعقول ہیں جن کو حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے نزہۃ نخبہ میں بھی ذکر کیا ہے۔

(الف) پہلی توجیہ جو عین ایمانی مزاج کے مطابق بلکہ عین ایمان ہے وہ یہ کہ کسی بھی مرض میں ایسا نہیں ہے، جو ہوتا ہے محض اللہ کی قدرت سے اس کی مشیت سے، ابتداءً کسی مریض کی وجہ سے اور مرض کے اڑکر لگنے کی وجہ سے نہیں ہوتا۔

لاعدوی، لایعدی شیئ شیئاً، فمن اجرب الاول ۱؎ سے واضح طور پر یہی سمجھ میں آتا ہے، پہلی حدیث کا مفہوم ہے تعدیہ اور چھوت کچھ نہیں ہے، دوسری حدیث کا مطلب ہے کوئی چیز ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی، یعنی کسی طرح کا مرض۔

اور تیسری حدیث کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایک مرتبہ ایک مجلس میں اس بات کا ذکر فرمایا تو کسی نے کہا اے اللہ کے رسولؐ ہمارے پاس بہت اچھے صحتمند وخوبصورت اونٹ ہوتے ہیں جن کے درمیان کبھی ایک بیمار، خارش

۱؎ روایات کیلئے ملاحظہ ہو مشکوۃ المصابیح کتاب باب الفال والطیر ۔ بحوالہ بخاری وغیرہ

Scanned with CamSc

زدہ اونٹ آ جاتا ہے تو وہ سارے اونٹوں کو خارش زدہ کر دیتا ہے تو آپ نے جو فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ بتاؤ کہ آخر کسی جگہ اور کسی باڑے میں تو یہ مرض کسی اونٹ کو ابتداءً واولاً کسی مریض اونٹ سے ملے بغیر ہوا ہوگا تو یہ پہلا مریض اور پہلے اونٹ کا مرض کہاں سے آیا۔ جس نے پہلے میں پیدا کیا، اسی نے دوسرے میں پیدا کیا۔

اب رہیں اثبات کی احادیث مثلاً فر من المجذوم کما تفر من الاسد ؎۱ (مجذوم، جذام کے مریض کے پاس سے ایسے ہی بھاگو اور دور رہو جیسے شیر سے بھاگتے ہو)

نیز وہ حدیث جس میں یہ مضمون آیا ہے کہ کوئی اپنے مریض جانوروں کو صحتمند جانوروں کے پاس لے کر مت جائے ؎۲۔ یا طاعون سے متعلق احادیث کہ طاعون زدہ جگہ میں مت جاؤ اور نہ وہاں سے باہر نکلو ؎۳۔

تو یہ احادیث دراصل ضعیف العقیدہ لوگوں کے ایمان کی حفاظت کے لئے بربناء احتیاط ہیں عموماً لوگوں میں اس قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں، کم علم وکم عمل مسلمانوں کے درمیان بھی یہ باتیں ہوتی ہیں یا عام مسلمانوں کے درمیان دوسروں کی وجہ سے گشت کرتی ہیں۔ اب اگر ایک مسلمان کسی ایسے مریض کے پاس گیا، یا آنا جانا رہا، اور اس آنے جانے والے کو محض اللہ کے حکم سے، آنے جانے کی وجہ سے نہیں یہ مرض ہوگیا تو اس کا ذہن ورنہ دوسروں کا خیال یہ بنے گا اور قوت پائے گا کہ اس آدمی کے اندر یہ بیماری دوسرے مریض کے پاس آنے جانے کی وجہ سے آئی ہے، اور اس

؎۱ مشکوٰۃ کتاب الطب باب الفال والطیرۃ

؎۲ جامع الاصول ۵/ ۴۵۲/ ۵۴۸ دونوں طرح کی احادیث آگئی ہیں۔

؎۳ طاعون کی بابت روایات معروف ہیں۔

سے اس کا ایمان خراب ہوگا۔

(ب) دوسری معروف توجیہ یہ کی گئی ہے کہ اثبات والی روایات (جن کو پیچھے دوسرے نمبر پر ذکر کیا گیا ہے) وہ سبب کے طور پر ہیں اور نفی والی (جو پہلے نمبر پر ذکر کی گئی ہیں) وہ سبب کے موثر نہ ہونے پر مبنی ہیں۔

وضاحت یہ ہے کہ اس کائنات کے نظام کو اللہ تعالیٰ نے اسباب کے ساتھ جوڑا ہے۔ اسباب کے واسطے سے مسببات اور نتائج سامنے آتے ہیں، انسانوں کو اپنی ضرورت کے مطابق اسباب کے اختیار کرنے کا حکم ہے، یا یہ کہ انسان اختیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت و مشیت سے ان پر اور ان کے مطابق مسببات و نتائج کو مرتب کرتے ہیں۔

مگر یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ہر ایک کے لئے اور ہر موقع و بات میں مناسب سبب پایا جائے تو اس کے مطابق نتیجہ وغیرہ بھی پایا جائے اس لیے کہ معاملہ اللہ کی قدرت و مشیت کا ہوتا ہے، اس کی مشیت ہوتی ہے تو بندہ سبب کے واسطے سے مقصد و کامیابی کو حاصل کرتا ہے ورنہ خالی ہاتھ رہتا ہے۔

تو پہلی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اللہ نے بیماری کے اسباب میں اس امر کو بھی رکھا ہے کہ ایک صحتمند آدمی کسی مریض یا خاص مریض کے پاس جاتا اور اٹھتا بیٹھتا ہے تو اس مریض سے مرض اس دوسرے کو لگ جاتا ہے۔

لیکن دوسرے آنے جانے والے کو لگنا ضروری نہیں ہوتا، لگتا بھی ہے اور نہیں بھی لگتا اور اگر لگتا ہے تو اللہ کی مشیت کی وجہ سے کہ اس نے یہ ایک سبب بنایا ہے نہ کہ خود سے۔

چنانچہ ایسا بہت دیکھا جاتا ہے کہ جن امراض کو متعدی مانا جاتا ہے ان کے مریضوں سے ملنے ملانے والے کیا بلکہ بسا اوقات گھروں میں ساتھ رہنے والے

Scanned with CamSc

اور ہمہ وقت خدمت کرنے والے ان کو بھی یہ مرض لاحق نہیں ہوتا، یہ اس وجہ سے کہ جہاں اللہ کی مشیت ہوتی ہے مرض اسی سبب کے واسطہ سے لگ جاتا ہے، اور جہاں اللہ کی مشیت نہیں ہوتی تو چاہے جیسا مضبوط سبب ہو، کچھ نہیں ہوتا۔

متعدی مرض اور موروثی مرض:

اس موقع سے ایک بات یہ واضح کرنی ضروری ہے کہ ایک ہے متعدی مرض۔ایک مریض سے دوسرے کو لگنے والا، پیچھے اسی کی تفصیل آئی ہے۔

اور ایک ہے موروثی مرض، جس کا مطلب یہ ہے کہ ماں باپ میں پایا جانے والا کوئی مرض جو اولاد کی طرف منتقل ہو، یہ ایک الگ چیز ہے، احادیث میں جس چیز کا انکار یا جس کی تفصیل ہے وہ متعدی مرض ہے۔

موروثی مرض کا معاملہ تو یہ ہے کہ ماں باپ کے واسطہ سے بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے اندر ماں باپ کی چیزیں پائی جاتی ہیں اور ماں باپ سے اولاد میں منتقل ہوتی ہیں، صورت، سیرت، اوصاف، رنگ، قدوقامت وغیرہ سب چیزیں خاندانی طور پر ایک سے دوسرے میں کمی وبیشی کے ساتھ منتقل ہوتی ہیں، جیسا کہ دیکھا جاتا ہے اور مانا و سمجھا جاتا ہے۔

آج تو سائنس کے واسطہ سے اس قسم کی بہت سی باتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور بہت باریک تحقیق کے ذریعہ ماں باپ کی چیزیں اور گھر و خاندان کے ایک فرد کی چیزیں دوسرے فرد میں تلاش کی جاتی ہیں، آج کل جو ڈی این اے ٹیسٹ ہے، اس میں یہی ہوتا ہے کہ اس باریک ٹیسٹ سے جو معمولی سے خون، یا چربی وغیرہ سے ہوتا ہے، اور پتہ چل جاتا ہے کہ یہ کس جسم کا ہے، اور کس جسم سے اس کو مناسبت ہے، اس کی بنیاد پر نومولود یا بڑے بچے و آدمی کی نسبت ونسب کا پتہ چلتا ہے۔

اور جب والادت کے عمل کے ذریعہ حسب، صفات وغیرہ ماں باپ اور خاندان کے اوپر کے بزرگوں سے نیچے اور بچوں میں یہ چیزیں منتقل ہوتی ہیں تو بیماریوں کے منتقل ہونے میں کوئی اشکال وتردد نہیں، ہاں ضروری نہیں ہے کہ ایسا ہو۔ جیسے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ماں باپ کے اندر پائی جانے والی بعض چیزیں براہ راست ان کی اولاد میں نہ ہوں، بلکہ آگے چل کر دوسری، تیسری یا اس کے آگے کی پیڑھی ونسل میں ہوں۔

احادیث میں اس امر کی وہ وضاحت نہیں ملتی جو متعدی امراض کی نسبت سے ملتی ہے لیکن کچھ نہ کچھ تذکرہ ضرور ہے۔ مثلاً بخاری وغیرہ کی بہت معروف حدیث ہے:

"الناس معادن کمعادن الذهب والفضة"[1]۔

انسانوں کا معاملہ معدنیات، سونے وچاندی کی کان کی طرح ہے، کہ جیسے ان معدنیات کی کان سے وہی نکلے گا جس چیز کی کان ہو، ایسے ہی انسانوں کا معاملہ ہے کہ انسان کی اولاد ونسل میں اس کی صفات منتقل ہوتی ہیں اور پائی جاتی ہیں۔

اسی طرح ایک معروف روایت ہے کہ ایک صاحب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے گھر میں بچہ پیدا ہوا ہے لیکن میرے اور اس کے رنگ میں بڑا فرق ہے، مطلب یہ تھا کہ مجھے خیال ہوتا ہے کہ یہ میرے نطفہ سے نہیں ہے اور میری بیوی نے کسی سے غلط تعلق قائم کیا اس کے نتیجے میں یہ بچہ پیدا ہوا۔

تو آپؐ نے ان صاحب کو انھیں کی زبان میں کہیے یا مزاج کہیے اس کو سامنے رکھ کر سمجھایا کہ یہ بتاؤ تمہارے پاس اونٹ ہیں، وہاں کثرت سے لوگ اونٹ پالا کرتے تھے۔ فرمایا کس رنگ کی نسل ہے؟ عرض کیا سرخ رنگ کے فرمایا کہ

---

[1] مسلم فضائل الصحابہ باب خیار الناس

Scanned with CamSc

ان اونٹوں میں کوئی خاکی رنگ کا بھی ہے، کہا جی ہاں، فرمایا کہ جب تمہارے پاس سرخ رنگ کے اونٹ ہیں تو ان کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ خاکی رنگ کا کہاں سے ہو گیا اور آ گیا تو ان صاحب نے عرض کیا کہ جو اونٹ ہمارے پاس ہے اس کی نسل میں اوپر کہیں اس قسم کے رنگ کا اونٹ رہا ہوگا۔ تو فرمایا یہاں بھی تو یہی ہو سکتا ہے[1]۔

اسی طرح لعان سے متعلق احادیث میں جو دو واقعات آئے ہیں اور ان میں معروف ہے کہ لعان کی کارروائی کے بعد آپؐ نے فرمایا تھا کہ دیکھو اس عورت کو جو بچہ پیدا ہو اگر فلاں فلاں صفات کا ہو تو اس شخص کا ہوگا جس کے ساتھ زنا کا الزام ہے چنانچہ آپؐ کے فرمان کے مطابق انہیں صفات کا بچہ پیدا ہوا[2]۔

اس قسم کی احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ماں باپ سے بہت سی چیزیں بچوں کے اندر منتقل ہوتی ہیں اور آج یہ مانا جاتا ہے کہ یہ بیماری خاندانی ہے، یا بعض بیماریاں خاندانی ہوتی ہیں کبھی ڈاکٹر معلوم کیا کرتے ہیں، آپ کے گھر و خاندان میں اس قسم کی بیماری کسی کو تھی یا ہے، حتی کہ آج کل شوگر کی بیماری کو بھی موروثی کہا جا رہا ہے، متعدی نہیں کہ متعدی دوسری چیز ہے۔

وبائی بیماری:

اکثر و بیشتر بیماریاں شخصی اور بعض بعض لوگوں کو لگنے والی ہوتی ہیں۔ لیکن بعض بیماریاں وبائی ہوتی ہیں بایں معنی کہ بہت سے لوگوں کو لاحق ہوتی ہیں۔

اس میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی سرزمین و علاقہ کی فضا و آب و ہوا میں کوئی بیماری اس طرح بسی ہوتی ہے کہ وہاں کے رہنے والے یا آنے جانے والے برابر اس بیماری کا

---

[1] بخاری الاعتصام باب من شبہ اصلاً معلوماً

[2] بخاری کتاب التفسیر باب اللعان

Scanned with CamSc

شکار ہوتے ہیں، جیسے مدینہ منورہ کا حال تھا کہ وہاں بخار کی بیماری وبائی تھی اور وہاں آنے جانے والے اور رہنے والے سب اس سے متاثر ہوتے تھے اور رہتے تھے۔

ہجرت کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی اور بار بار حق کہ اللہ تعالیٰ نے اس بیماری کو مدینہ منورہ سے ختم کر دیا۔

کبھی زمین کے کسی خاص ٹکڑے وقطعہ میں بھی ایسے اثرات ہوتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ ہم جس مکان میں رہتے ہیں تو برابر بیمار رہتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ اس مکان کو چھوڑ دو، مستقل ومسلسل بیماری تو موت کا سبب بن جاتی ہے[1]۔

اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی زمانے وعلاقے میں وقتی طور پر، کچھ مدت کے لئے ایسی بیماری آتی ہے جس سے کثرت سے لوگ متاثر ہوتے ہیں، موت کی حد تک یا صحت کی حد تک۔

جیسے چیچک وخسرہ، کبھی ہیضہ وڈائریا وغیرہ ایسی شکل اختیار کر لیتے ہیں، وبائی بیماریوں میں طاعون کا تذکرہ کثرت سے آتا ہے، اس لئے احادیث میں بھی کثرت سے اس کا تذکرہ اور اس کی نسبت سے ہدایات آئی ہیں، عالم اسلام میں عہد خلفاء راشدین سے یہ بیماری عالم اسلام کے مختلف علاقوں میں، اور مختلف زمانے میں شدت کے ساتھ پائی گئی۔

جس میں اولین طاعون عمواس ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں، شام، بیت المقدس وغیرہ کے علاقہ میں پایا گیا۔

اس وقت کرونا کی بیماری بھی وبائی بیماری ہے اور ایسی کہ اس قسم کی وبائی بیماری

---

[1] مشکوۃ کتاب الطب باب الفال والطیرۃ بحوالہ ابوداؤد کتاب الطب

Scanned with CamSc

شاید دنیا میں کبھی آئی نہیں، اموات تو ایک ایک ملک میں بسا اوقات طاعون کی وجہ سے دسیوں ہزار کی اور ایک ہی دن میں ہوئیں اسی طرح بعض ایسی بیماریوں سے ایک ہی ملک میں لاکھوں تک لوگ مرے ہیں، لیکن ایسی بیماری جو پوری دنیا میں پھیلی ہو اور شاید ہی کوئی ملک وخطہ اس سے محفوظ ہو، ایسی بیماری کبھی نہیں سنی گئی اور نہ ذکر کی گئی۔

یہ نوعیت تو واضح طور پر اس کے عذاب ہونے کو بتاتی ہے، اللہ ہم سب کو ایسی بیماریوں سے محفوظ رکھے۔ اور ایمان پر خاتمہ کرے اور ایسی بیماریوں کو ہمارے لئے ہر اعتبار سے خیر و برکت کا باعث بنائے۔

متعدی بیماری اور وبائی بیماری:

جو بیماریاں متعدی سمجھی جاتی ہیں ان کا عام اور دبائی ہونا ضروری نہیں جیسے جذام، برص وغیرہ میں دیکھا جاتا ہے۔ عموماً یہ وبائی نہیں ہوتیں۔

اور کبھی متعدی سمجھی جانے والی بیماری وبائی یا یوں کہیے کہ وبائی بیماری متعدی سمجھی جاتی ہے، اس لئے متعدی اور وبائی کا فرق بھی سمجھنا چاہئے اور وبائی بیماری ایک تیسری چیز ہے، متعدی اور موروثی کے بعد نیز اس کے علاوہ وبائی جو ہوتی ہے اس کے کسی علاقہ وزمانہ میں عام ہونے میں بات محض متعدی ہونے کی۔ جس طرح متعدی کو سمجھا جاتا ہے۔ نہیں ہوتی بلکہ بات یہ ہوتی ہے کہ وبائی مرض فضائی اور ہوائی مرض ہوتا ہے جس کا مطلب ہے کہ ایک پورے علاقہ کی آب وہوا اور فضا میں اس کے جراثیم واثرات پھیلے وبکھرے ہوتے ہیں جیسے ہوا میں کسی چیز کے ذرات واجزاء بکھرے پڑے ہوں خواہ وہ مرئی ہوں یا غیر مرئی۔

اس لئے دبائی مرض سے ایک ہی علاقہ وخطہ میں لوگ متاثر ہوں ضروری نہیں بلکہ دور دور تک جہاں مرض کی جگہ سے لوگوں کا آنا جانا نہیں ہوتا، بیماری وہاں

Scanned with CamScanner

بھی پہونچ جاتی ہے اس لئے کہ فضاو ہوا اس کو پہونچاتی اور پھیلاتی ہے۔

جیسے آج کے مرض میں ہم نے دیکھا کہ ہر جگہ و ہر ملک میں یہ بیماری نقل وحرکت ہی کی وجہ سے نہیں بلکہ محض فضائی اثر وہوائی اثرات کی وجہ سے پہونچی اور پھیلی۔

وبائی بیماریوں میں بیماروں اور بیماری کی جگہ سے دور رہنا:

علاج تو ہر طرح کی بیماری کا کیا جاتا ہے، اور بڑی بیماری میں احتیاط بھی کی جاتی ہے، لیکن کیا بیماری سے حفاظت کے لئے اس کی بھی ضرورت ہوتی ہے کہ آدمی بیماروں اور بیماری کی جگہ سے دور رہے؟

تو پیچھے تفصیل آچکی ہے جس کے تحت مرض کے متعدی ہونے کی اور متعدی امراض میں احتیاط کی بات آئی ہے اور اس کی کیا حیثیت ہے یہ بھی۔

اس لئے نیز اس وجہ سے کہ اس وقت جو صورت حال ہے ایسی صورت حال میں حکومت سختی سے ہدایت کرتی ہے دوری کی تو خود کو دور رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

ایک شہر سے دوسرے شہر آنے جانے کا سلسلہ بھی نہ ہو اور اپنے شہر وآبادی کے ایک حصے سے دوسرے حصے کی طرف نہ جایا جائے ضرورتوں کا استثناء ہوتا ہے حکومت بھی کسی قدر گنجائش دیتی ہے مگر عمومی طور پر احتیاط ضروری ہے۔

تھوڑا بہت آنا جانا تو اس وجہ سے بھی ہوتا ہے کہ اپنی کچھ ضرورتیں اور مجبوریاں ہوتی ہیں اور کچھ متعلقین احباب واعزہ کی ضرورتیں، ان کی خبر گیری وتیمارداری وغیرہ۔

شرعاً بھی ایسے حالات میں دوری بتائی گئی ہے یہ صرف آج کی سرکاری وحکومتی چیز نہیں ہے۔

طاعون، جس کا ذکر احادیث میں بہت آیا ہے اور علماء نے اس سے متعلق

Scanned with CamSc

کتابیں ورسائل بھی لکھے ہیں، طاعون کی نسبت سے احادیث میں تاکیداً یہ بات آتی ہے کہ نہ طاعون کی جگہ سے جاؤ اور نہ بھاگو۔ اور نہ طاعون کی جگہ میں جاؤ[1]۔

طاعون کی وجہ سے موت آئے، اور آدمی اپنی ہی جگہ میں ٹھہرا رہے اس کے لئے شہادت کی موت کی بات وفضیلت آئی ہے[2]۔

ایسے ماحول میں جہاں یہ آیا ہے کہ لوگوں نے مسجدوں کو ٹھکانہ بنایا اور نماز وعبادت میں لگ گئے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے بیماری دور کردی۔

اسی طرح یہ بھی آیا ہے کہ لوگوں نے اپنی آبادی چھوڑ دی اور آبادی سے باہر نکل گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جو طاعون آیا جو طاعون عمواس کے نام سے معروف ہے، اس میں آیا ہے کہ طاعون زدہ جگہ میں مسلمانوں کے لشکر کا قیام تھا، بڑے بڑے صحابہؓ تھے، حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ امیر تھے ان کی وفات ہوگئی، ان کے بعد حضرت معاذ بن جبلؓ امیر ہوئے، ان کے بیٹے کی وفات ہوئی اور پھر خود ان کی بھی وفات ہوئی۔

ان کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر بنے تو وہ سب ساتھیوں ومسلمانوں کو لے کر شہر سے باہر پہاڑوں میں چلے گئے، روایتوں میں آتا ہے کہ انھوں نے جب یہ تجویز رکھی تو بعض صحابہؓ نے اختلاف کیا، مگر حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس مخالفت کو قبول نہیں کیا، اور شہر سے باہر پہاڑوں میں جا کر چند یوم قیام کیا، حتی کہ بیماری دور ہوگئی۔

---

[1] بخاری حدیث (۶۹۷۴)

[2] بخاری حدیث (۵۷۳۴)

Scanned with CamScanner

اس میں اختلاف ہے کہ یہ رائے خود ان کی اپنی تھی یا یہ کہ حضرت عمرؓ نے ا ن کو حکم فرمایا تھا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا تھا بہرحال جو ہو یہ قدم قاتل ماحول سے نکلنے و دور ہونے کے لئے تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو پسند بھی کیا [۱]۔

بظاہر پیش نظر یہ بات تھی کہ آبادی طاعون زدہ اور وبائی مرض کی فضا و ہوا سے بھری تھی تو علاج یہ سمجھا گیا کہ آبادی کچھ وقت کے لئے چھوڑ دی جائے۔

احتیاط میں دونوں باتیں شامل ہیں کہ وبا زدہ جگہ جایا نہ جائے، اور مقامی لوگ اپنی جگہ ہی پر رہیں، اور یہ بھی کہ وبا زدہ جگہ کو چھوڑ دیا جائے اگر یہ ممکن ہو۔

ایسی آبادیوں میں جن کے آس پاس کھلی جگہیں میدان و پہاڑ ہوں وہاں یہ کیا جا سکتا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، مستقل آبادیوں کے رہنے والے اور مستقل آباد لوگوں کے لئے تو ذرا یہ مشکل ہے اور مسائل بھی پیدا ہوں گے۔

حضرت عمرو بن عاصؓ کے ساتھ جو لوگ تھے وہ مستقل باشندے نہیں بلکہ مسلمانوں کے لشکر کے تھے تو ان کا آبادی سے باہر نکلنا مشکل نہیں ہوا تاہم اگر مستقل آبادی کے لوگ نکلیں گھروں کو تالا وغیرہ لگا کر تو ہو سکتا ہے [۲]۔

---

[۱] کتب تواریخ و سیر تذکرہ حضرت عمرو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عمر کا حکم دمشق کی نسبت سے جابیہ کا نقل کیا گیا ہے

[۲] آبادی سے باہر پہاڑ و میدان وغیرہ، آبادی کے مضافات و فنا شمار ہوتے ہیں، شام میں جابیہ کا معاملہ بھی تھا اور یہی بیت المقدس میں کیا گیا، اس بابت امداد الفتاویٰ کی کتاب الحظر والاباحۃ کے باب میں طاعون و وباء میں کافی تفصیل آئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دوسرے شہر و علاقے میں جانا منع ہے اور مرض کے شہر و علاقے کے اطراف کا حکم خود شہر و آبادی کا ہے۔

Scanned with CamScanner

موت

اور

اس کے احکام

موت حیوانات کے لئے ایک طبعی چیز ہے، انسانوں کے لئے بھی ہے جو کبھی بیماریوں کے بعد اور کبھی اچانک آتی ہے، شریعت نے موت کے بھی احکام تفصیل سے بیان کئے ہیں جو معروف ہیں۔

البتہ کورونا جیسے وبائی مرض میں جو حالات و ہدایات ہیں تو موت کا معاملہ بہت اہم ہو گیا ہے اور اس کے احکام کے متعلق سوالات ہونے لگے اور حالات کے مطابق کچھ خاص احکام بیان کیے گئے۔

غسل و تیمم:

موت کے احکام میں مردہ کو غسل دے کر کفن دینا اور دفن کرنا ہے، میت کو غسل دینا ممکن نہ ہو تو تیمم و مسح وغیرہ کے احکام کتابوں میں مذکور ہیں۔

کرونا کے میت کے ساتھ کیا کیا جائے بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ غسل یا تیمم و مسح کا اہتمام ضرور کیا جائے، یورپی افتاء کونسل کی رائے ہے کہ غسل کی اجازت بھی ہو تب بھی غسل نہ دیا جائے۔

معاملہ یہ ہے کہ اگر چہ عالمی محکمہ صحت کچھ ایسا کہتا ہے کہ کرونا کا وائرس مریض میں اس کی زندگی تک ہی رہتا ہے اور موت کے بعد نہیں رہ جاتا تاہم مرض کی

Scanned with CamSc

اہمیت اور احتیاط جو بتائی جاتی ہے پھر طبی عملہ جو ہدایات دیتا ہے جب کہ طبی عملہ کے معاملات مختلف قسم کے سامنے آئے ہیں۔

اس لیے مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ جہاں کا معاملہ و مریض ومیت ہو وہاں کے طبی عملہ کی ہدایات کا پورا لحاظ کیا جائے۔

اگر اسپتال والے میت کی لاش کو بغیر کسی کور وغیرہ کے دیں، اور کہیں کہ متعلقین لے جا کر اپنے معمولات کے مطابق کفن دفن کریں تو ایسی صورت میں غسل دیا جا سکتا ہے مگر احتیاط کے ساتھ اور بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ غسل نہ دے کر تیمم پر اکتفا کی جائے اس لئے کہ غسل کی صورت میں میت کے بدن کو زیادہ ہاتھ لگے گا اور زیادہ دیر اس کے پاس رہنا ہوگا۔

اور اگر اسپتال والے لاش کو پیک کر کے محض دفن کرنے کے لیے دیں تو پھر غسل وتیمم دونوں ہی ناممکن ہیں کہ بدن کو ہاتھ نہیں لگایا جا سکے گا تو غسل یا تیمم کیسے ہوگا، لہذا دونوں ساقط ہوں گے۔

جیسے اس صورت میں ہوگا جب کہ طبی عملہ ہی براہ راست میت کی تدفین کر دے اور متعلقین کو نہ لاش دے اور نہ معاملہ ان کے سپرد کرے۔

کتب فقہ میں ایسے مسائل موجود ہیں جن میں غسل کے بغیر تدفین کی بات آئی ہے، شہید جنگ کا حکم و معاملہ معروف ہے کہ اس کو غسل نہیں دیا جاتا، البتہ کفن دیا جاتا ہے اور نماز پڑھی جاتی ہے۔

کرونا جیسے امراض کی وجہ سے موت اور شہادت:

شہادت کی موت بڑی فضیلت رکھتی ہے جس میں اصل جنگ کے حال کی موت ہے، جس کے کچھ مخصوص احکام ہیں لیکن اس امت کو جو خیر و برکت ملی ہے اس

Scanned with CamSc

میں یہ بھی ہے، موت کی بہت سی صورتوں کے لئے شہادت کی فضیلت ذکر کی گئی ہے جو یقیناً اس درجہ کی نہیں جو دشمنان دین سے جنگ کرتے ہوئے جان دینے کی ہوتی ہے، اس لئے وہ احکام بھی نہیں ذکر کئے جاتے لیکن آخرت میں ایسے لوگوں کے لئے شہادت کا اعزاز رکھا گیا ہے۔

اس کی بہت سی صورتیں ذکر کی گئی ہیں، امام سیوطی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں ایسے حضرات کا تذکرہ کیا ہے، ان میں سے بعض صورتیں تو بہت معروف ہیں جن کا ذکر صحاح ستہ میں بھی ہے۔

جن اسباب کی وجہ سے موت آنے پر یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے ان میں حادثات بھی ہیں اور امراض بھی، امراض میں طاعون بہت مشہور ہے، اور طاعون وبائی امراض میں شمار ہوتا ہے، بعض احادیث میں بخار کا بھی ذکر ہے۔

لہذا کرونا اور اس جیسا کوئی مرض بھی طاعون کا درجہ رکھے گا، اور اس کی وجہ سے مرنے والے کو طاعون کی طرح شہادت کا ثواب ملے گا، ان شاء اللہ جبکہ کرونا کو طاعون اور بخار دونوں سے مناسبت ہے اس مرض میں بخار کا اثر بھی ہوتا ہے اور کچھ طاعون جیسے حالات بھی ہوتے ہیں گلا بند ہونے اور چھینکنے وغیرہ کی نسبت سے۔

کفن:

اسپتال والے اگر لاش کو پیک کئے بغیر متعلقین کے سپرد کریں تو متعلقین ضابطہ کے مطابق کفن کا انتظام کریں گے اور کفن دیں گے جیسے کہ غسل کی اجازت ہو یا تیمم کی تو غسل و تیمم کا عمل اپنائیں گے۔

نماز:

طبی عملہ اگر لاش کو متعلقین کے سپرد کرتا ہے خواہ پیک کر کے یا پیک کئے بغیر

تو قاعدہ کے مطابق نماز ادا کی جائے گی۔

اگر لاش متعلقین کے سپرد نہ کی جائے بلکہ طبی و سرکاری عملہ براہ راست اس کو دفن کر دے تو متعلقین کو چاہئے کہ قبر کا علم ہونے پر وہاں جا کر قبر پر نماز ادا کریں۔

حنفیہ کے یہاں بھی قبر پر نماز جنازہ ادا کرنے کی اجازت ہے جب کہ کسی میت کو نماز کے بغیر دفن کیا گیا ہو[1]۔

اور اگر نہ تو لاش دی جائے اور نہ پتہ چل سکے کہ میت کو کہاں دفن کیا گیا ہے تو ایسی صورت میں غائبانہ نماز جنازہ ہی ہو سکتی ہے جو حنفیہ کے یہاں نہیں ہے۔

البتہ امام شافعی و امام احمد کے نزدیک ہے، ایسی خاص صورت میں حنفی حضرات اگر غائبانہ نماز جنازہ ادا کریں تو گنجائش ہے اس لئے کہ یہاں ایسا نہیں ہے کہ نماز ادا کر کے دفن کیا گیا اور دوبارہ و سہ بارہ، کچھ لوگ غائبانہ نماز جنازہ ادا کر رہے ہیں بلکہ نماز سرے سے ہوئی ہی نہیں تو نماز پڑھ لینے میں حرج نہیں۔

حضرت نجاشی کی نماز جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ادا کی تھی تو بات یہ تھی کہ بغیر نماز کے ان کو دفن کیا گیا تھا، اس سلسلہ میں یہ بات بھی کہی گئی ہے بلکہ بعض روایات میں بھی آئی ہے[2]۔

تدفین:

کرونا یا اس جیسے مرض کے میت کو دفن ہی کیا جائے گا، دوسری کسی صورت میں لاش کو ضائع کرنا جلا کر یا کسی طرح بالکل درست نہیں ہے۔ عالمی ادارہ صحت بار بار کہہ رہا ہے کہ ہر مذہب والا اپنے طریقہ پہ معاملہ کرے چنانچہ ساری دنیا

---

[1] اعلاء السنن ۹/ ۲۳۵-۲۳۷

[2] اعلاء السنن ۹/ ۲۳۵

Scanned with CamSc

میں عمومی طور پر کرونا سے مرنے والوں کو دفن ہی کیا جارہا ہے، یہ کام خواہ طبی عملہ کرے یا متعلقین کریں۔

اصل میں جلانے کا یا عام قبرستان سے الگ دفن کرنے کا ذہن اس وجہ سے پیدا ہوا کہ کرونا کے وائرس و جراثیم کی بڑی ہیبت پیدا کردی گئی ہے، باوجودیکہ عالمی ادارہ صحت موت کے بعد کی نسبت سے وائرس کے پائے جانے یا پھیلنے کی نفی کررہا ہے۔

اس وجہ سے نیز جو معمول رہا اور شریعت و مذہب کا حکم ہے۔ دنیا میں عمومی طور پر مردوں کو دفن ہی کیا جارہا ہے۔ اور اکثر عام قبرستان میں ہی دفن کیا گیا۔

تدفین میں میت کے بدن پر براہ راست مٹی کا ڈالنا (بغیر پٹرے وغیرہ کے):

تدفین سے متعلق بعض جگہ کیلئے یہ بات سامنے آئی کہ قبر میں رکھکر پٹرہ وغیرہ لگائے بغیر براہ راست مٹی ڈال دی گئی۔ اگر یہ عمل سرکاری و طبی عملہ کی ہدایت کے تحت ہو تو مجبوری ہے ورنہ یہ طریقہ درست نہیں۔ جو طریقہ پٹرے وغیرہ لگانے کا ہے اسی کے ساتھ اور اس کے بعد میت کے اوپر مٹی ڈالنی و گرانی چاہئے۔

غیر مسلموں کے قبرستان میں مسلمان میت کی تدفین:

اگر کسی جگہ مسلمانوں کا قبرستان نہ ہو، یا ایسے مرنے والوں کے لئے کوئی خاص انتظام نہ کیا جاسکا ہو اور عام قبرستان میں دفن کرنا کسی وجہ سے ممکن نہ ہو تو غیر مسلم قبرستان میں مسلمان کو دفن کیا جاسکتا ہے، یوپی افتاء کونسل نے یہی کہا ہے، مرنے والے کے ساتھ عالم برزخ و عالم آخرت کے معاملات اس کے دین و مذہب کے مطابق ہوں گے۔

Scanned with CamSc

اسلام کے ابتدائی عہد میں مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو مکہ کے قدیم قبرستان میں دفن کیا گیا اور مدینہ منورہ میں بھی جب کہ ان قبرستانوں میں غیر مسلم بھی مدفون تھے یا ان کے دفن کا سلسلہ مکہ مکرمہ میں تھا۔

غیر مسلموں کی عیادت وتعزیت نیز تجہیز وتکفین میں شرکت:

معاشرتی حقوق میں عیادت وتعزیت اور تجہیز وتکفین میں شرکت کی شریعت میں بہت اہمیت ہے اور بڑی تاکید وفضیلت نیز اجر وثواب کی بات آئی ہے، اس بابت احادیث معروف ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا غیر مسلموں کے بارے میں ہم کو اس کا حکم ہے؟ یا یہ کہ ان کی نسبت سے ہم مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے بالخصوص جہاں ان کے ساتھ سابقہ اور رہنا وبسنا ہو۔

تو جو لوگ ان میں سے ایسے ہوں کہ ہر وقت مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ برسر پیکار رہتے ہوں ان کے ساتھ کسی طرح کے حسن سلوک کی اور تعلق کی اجازت نہیں ہے، صاف فرمایا گیا ہے:

"إِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝" (الممتحنۃ:۹)

(ترجمہ: صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے اللہ تعالیٰ تم کو منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں لڑے ہوں اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہو اور تمہارے نکالنے میں مدد کی ہو اور جو شخص ایسوں سے دوستی کرے گا سو وہ گنہگار ہوں گے)

Scanned with CamSc

مجبوری و مصلحت دوسری چیز ہے کہ دشمنوں و اشرار کے شر کو دفع کرنے اور کسی طرح ان کو نرم کرنے ورکھنے کیلئے کچھ کیا جائے جس کی تفصیل تالیف قلب و مؤلفۃ القلوب کے تحت آتی ہے۔

"لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً" (آل عمران)

(ترجمہ: مسلمانوں کو چاہیے کہ کفار کو دوست نہ بنائیں مسلمانوں کی دوستی سے تجاوز کر کے اور جو شخص ایسا کام کرے گا وہ اللہ کے ساتھ کسی شمار میں نہیں مگر ایسی صورت میں کہ تم ان سے کسی قسم کا اندیشہ رکھتے ہو)

البتہ عام غیر مسلم جو برسر پیکار نہ ہوں مل جل کر رہتے ہوں، دکھ و سکھ میں ساتھ دیتے ہوں جیسا کہ ہندوستان میں اور دوسرے ممالک میں بھی ہم عموماً دیکھتے ہیں۔

تو ایسے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک و ہمدردی نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ اس کا حکم ہے، پیچھے جو آیت (سورہ ممتحنہ کی) ذکر کی گئی ہے اس سے پہلے متصلاً یہ آیت ہے "لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝"

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں)

احادیث میں مختلف مناسبتوں سے غیر مسلموں کے ساتھ سلوک کی بات آئی

Scanned with CamSc

ہے خواہ پڑوسی ہوں یا رشتہ دار وغیرہ[1]۔

اس حسن سلوک کے تحت عیادت وتعزیت میں کوئی حرج نہیں بلکہ کرنا چاہئے اور حسب موقع ان لوگوں کی ایسے مواقع میں مالی ومادی اور ہر طرح کی مدد وخدمت کرنا چاہئے کہ یہ سب اسلام کی دعوت کا ذریعہ بنتا ہے، ماضی میں ایسے معاملات ہی بہت سے غیر مسلموں کے اسلام قبول کرنے کا ذریعہ بنے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر مسلموں کی عیادت ثابت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی بچے کی عیادت کو تشریف لے گئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا کرتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کی برکت سے وہ مرتے مرتے مسلمان ہو گیا، آپ تشریف لے گئے تو اس سے فرمایا کہ اسلام قبول کرلو، اس نے باپ کی طرف دیکھا جو وہاں موجود تھا (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حسن خلق سے متاثر تھا) باپ نے کہا ان کا کہنا مان لو چنانچہ اس نے کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گیا[2]۔ بعض روایات میں ہے کہ اتفاق سے اسی کے بعد اس کا انتقال ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اس کا انتظام کرو۔

بہر حال تعلق والے اور بستی میں ساتھ رہنے والے غیر مسلموں کی عیادت اور حوادث میں ان کی تعزیت جائز ہے یہ ان کا ایک معاشرتی حق ہے۔

مسئلہ اہم تجہیز وتکفین کا نظم وانتظام اور اس میں شرکت کا ہے، اس لئے کہ اس سلسلہ کے ان کے امور ومعاملات بسا اوقات اسلامی تعلیمات کے خلاف ہوتے ہیں

---

[1] بخاری حدیث (۲۶۲۰ و ۳۱۸۳) - و ۸۸۶ و ۲۶۱۲ رواہ مسلم وغیرہ ایضا بعض روایات ابوداؤد (۵۱۵۲) وترمذی (۱۹۴۳) وغیرہ میں بھی ہیں

[2] بخاری حدیث (۱۳۵۶ و ۵۶۵۷) الابواب المفرد باب عیادۃ المشرک

Scanned with CamSc

اوران میں شرعا بڑی خرابی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ بعض مرتبہ اس کی ضرورت ہوتی ہے جو بسا اوقات اپنے اور اسلام کے مفاد میں بھی ہوتی ہے۔

یہ سوال و معاملہ موجودہ کرونا کے ماحول میں کم از کم ہمارے یہاں یوں اہمیت اختیار کر گیا کہ کرونا کی وجہ سے بعض جگہوں میں یہ ہوا کہ غیر مسلم مرنے والے کے متعلقین وغیرہ تجہیز و تکفین کیلئے تیار نہیں ہوئے گھر والے تنہا رہ گئے اور ان کیلئے سب کچھ کرنا ممکن نہ ہوا اور ایسا بھی ہوا کہ اتفاق سے گھر کا کوئی آدمی نہیں تھا ایک غیر مسلم- مسلم علاقہ میں تنہا رہتا تھا اور مر گیا تو اس کے نظم کا معاملہ تھا۔

کئی واقعات پیش آئے جن میں مسلمانوں نے اپنے پڑوسیوں کی مدد کی اور بسا اوقات پورا نظم و نسق کیا، آخری مرحلہ تک جس میں لاش کو جلانا اور ان کے معمول کے اعمال و اقوال کو اپنانا و اختیار کرنا بھی تھا۔

اگر مسلمان کسی غیر مسلم کی تجہیز و تکفین ضرورت پر کسی شرعی محظور اور شکل و عمل کے بغیر کریں تو کوئی حرج نہیں اور موقع پڑنے پر حتی الامکان یہی ہونا چاہئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والد ابو طالب کا جب انتقال ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی کو حکم فرمایا کہ ان کی تجہیز و تکفین کریں چنانچہ انہوں نے اس کا نظم کیا، جس میں کسی طرح کے محظور اور ممنوع اعمال کا مسئلہ نہیں تھا، ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا کرنا ہے؟ فرمایا: غسل اور کفن دو جبکہ بعض روایات میں ہے جاؤ اور ان کو دفن کراؤ[1]۔

ہندوستان میں تو معمولات کچھ اور ہیں تعلقات کی وجہ سے اور دلجوئی کی غرض سے گھر جانا، مناسب کلمات کا کہنا یا ساتھ جانا- بغیر اس کے کسی عمل میں شرکت

---

[1] اعلاء السنن ۹/ ۲۳۳

Scanned with CamSc

ہو، حسب موقع وضرورت گنجائش رکھنا ہے[1]۔

مگر کند ھا دینے جیسا عمل بھی اس لئے پسندیدہ نہیں ہے کہ کافر وفاسق اللہ کے غیظ وغضب کا محل ہوتا ہے نہ جانے کب اللہ کی گرفت اس کی طرف متوجہ ہو۔

اس لئے حدیث میں آیا ہے کہ تدفین میں جلدی کیا کرو، مرنے والا اچھا آدمی ہے تو جلد اپنے اچھے ٹھکانے تک پہونچ جائے گا اور اگر برا ہے تو ایک شر کو خود سے تم دور کر دو گے[2]۔

بہرحال غیر مسلموں کی آخری منزل کا نظم مسلمانوں کے ہاتھوں، ان کی شرکت ومدد کے ساتھ اور ایسے اعمال کے ساتھ جو شرعاً ناپسندیدہ ہیں سراسر معصیت ہیں اگر دفن کرنے کی حد تک ہو تو غنیمت ہے، ہندوستان میں بہت سی جگہ غیر مسلموں کو بھی دفن ہی کیا جاتا ہے جبکہ بہت سی جگہ جلایا جاتا ہے اور جلانے کا معاملہ اہم ہے۔

کوئی نہیں ہے یا مدد نہیں کی جاتی تو جسم پڑے پڑے سڑے گا گلے گا یا جانور کھائیں گے۔ اور اس کے خراب اثرات سے جو اپنے محلہ وبستی میں پائے جائیں گے مسلمان بھی متاثر ہوں گے۔ تو ایسی جگہوں میں خود کو مفاسد سے بچانے کیلئے نیز ملکی مصالح نیز مدارات کے طور پر غیروں کو اچھا تاثر دینے کیلئے جو کیا جاتا ہے وہ کیا جاسکتا ہے۔

حتی الامکان خود کو ممنوع اعمال سے بالخصوص اقوال سے بچانے کی کوشش کرنی چاہئے ورنہ دل کی ناپسندیدگی کے ساتھ اور دل سے انکار کے ساتھ حالات کے

---

[1] حضرت تھانوی، مفتی کفایت اللہ، مفتی عبدالرحیم وغیرہ نے ہندوستان کے حالات کے تحت تعزیت اور رعایت کے ساتھ شرکت کی اجازت دی ہے

[2] بخاری جنائز باب السرعۃ بالجنائز ورواہ مسلم ایضاً

Scanned with CamSc

مطابق جو کیا جائے گنجائش ہوگی اور آدمی معذور سمجھا جائے گا۔

"اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَ قَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ" (النحل)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مجبوری میں بہت کچھ گنجائش ہو سکتی ہے تفصیل پیچھے آ چکی ہے۔

اگر نامناسب حد تک کرنا پڑے تو کرتے وقت دل کی ناپسندیدگی کے ساتھ بعد میں توبہ و استغفار بھی کیا جائے کہ پروردگار مجبوری کی وجہ سے ایسا کیا گیا معاف فرما اور تلافی کے طور پر صدقہ و خیرات بھی کیا جائے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت معروف ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو قبلہ رخ قضاء حاجت سے منع فرمایا، ہم شام گئے تو وہاں مکانات میں اس طرح جگہ بنی تھی تو ہم مجبوراً اس کو استعمال کرتے کچھ لحاظ کر کے اور توبہ و استغفار کرتے[1] (ایک قول و تشریح کے مطابق) اس پر کہ ہم نے قبلہ رخ جگہ کا استعمال کیا[2]۔

اسی طرح آیا ہے کہ اگر کوئی لات وعزیٰ کی قسم کھائے تو اس کو چاہئے کہ (تلافی کے طور پر) لا الٰہ الا اللہ کہے[3] کہ زبان سے غیر اختیار طور پر شرک کا کلمہ و لفظ نکل گیا تو پاک کلمہ کہہ کر زبان سے ادا کر کے زبان کو پاک کر لیا جائے۔

نیز ایک حدیث میں آیا ہے کہ کوئی آدمی اگر کسی کو جوا کھیلنے کی دعوت دے - جو جرم و گناہ ہے - تو اس کو کچھ صدقہ کرنا چاہئے۔

---

[1] صحاح ستہ وغیرہ

[2] معارف السنن

[3] بخاری کتاب الایمان والنذر باب لا یحلف باللات

Scanned with CamSc

اس قسم کی روایات اس کو چاہتی ہیں کہ جو مسلمان ایسا کریں جس جذبہ سے
کریں وہ کچھ تلافی کی شکلیں بھی اپنائیں و اختیار کریں۔

Scanned with CamSc

متفرقات

حکومت کی طرف سے ایسے احکام جو عبث وغیر معقول معلوم ہوں یا شرعاً بالکل غلط و ناجائز ہوں

حکومتیں اپنی عوام کو حسب موقع ہدایات دیا کرتی ہیں عام حالات میں اور خاص حالات میں، ان ہدایات و احکام کی بجا آوری عوام سے مطلوب ہوتی ہے اور کبھی اس حد تک کہ اس پر نگاہ رکھتے ہوئے خلاف ورزی اور عدم بجا آوری پر مواخذہ کیا جاتا ہے۔

بعض مرتبہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایسا کوئی حکم صرف عبث ہی نہیں بلکہ ہم کو شرعاً محظور سمجھ میں آئے کہ اس میں ایسے احتمالات سمجھ میں آتے ہوں اور سامنے آ سکیں۔

تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عوام کے مفاد میں سامنے آنے والے احکام کی بجا آوری درست ہوتی ہے، اور بسا اوقات لازم بھی آتی ہے۔ لیکن جو چیز مفاد سے خالی ہو اور اس سے بڑھ کر جس میں کوئی مذہبی شائبہ پایا جاتا ہو اس کی بجا آوری سے بچنا چاہئے اور مذہبی شائبہ و احتمال والی چیز سے اجتناب ضروری ہے۔ شریعت نے ہم کو اصول دیا ہے۔

"لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق"[۱]

البتہ حالات کی رعایت کی اجازت ہے اور اپنے آپ کو کسی بڑے مفسدہ

---

[۱] شرح السنۃ للبغوی کتاب الامارۃ القضاء باب الطاعۃ فی المعروف

Scanned with CamScanner

سے بچانا بھی ضروری ہے، لہٰذا اگر ایسے کسی فرمان وہدایت میں دباؤ ہو، لگاؤ ہو، پکڑ ہو، یہ صاف محسوس کیا جائے یا یہ کہ اس کا کھلا اور واضح اندیشہ ہو تو اپنی جان وجسم ومال کو خطرات ومفاسد سے بچانے کے لئے ایسے احکام کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

شریعت نے ہم کو ہمارے حالات کے مطابق جو احکام دیئے ہیں ان میں یہ بات بھی ہے کہ اگر کسی غلط، ناجائز، غیر مذہبی، بلکہ کفر وشرک کے قبیل کی چیز کا حکم ہو تو دل سے ناپسندیدگی وانکار کے ساتھ اپنے آپ کو بچا نقصان ومضرت وضرر سے بچانے کے لئے ایسی چیزیں عملاً اختیار کی جاسکتی ہیں۔

حدیث ہے: کسی مسلمان کیلئے مناسب نہیں کہ وہ خود کو ذلیل کرے، عرض کیا گیا: کیسے؟ فرمایا نبی ﷺ: ایسی مصیبتوں کا سامنا کرے جس کا اس کے اندر تحمل نہ ہو[1]، مراد ہے ایسا کام کرکے یا نہ کرکے ایسی مصیبت کھڑی کرے جو نا قابل برداشت ہو۔

قرآن کریم میں ایسی ہدایات موجود ہیں جن میں اہم ترین یہ آیت ہے:

"من كفر بالله من بعد ايمانه، الا من اكره وقلبه مطمئن بالايمان ولكن من شرح بالكفر صدرا فعليهم غضب من الله ولهم عذاب عظيم"۔ (سورۃ النحل:۱۰۶)

(جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے مگر جس شخص پر زبردستی کی جائے بشرطیکہ اس کا قلب ایمان پر مطمئن ہو لیکن ہاں جو جی کھول کر کفر کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہوگا اور ان کو بڑی سزا ہوگی)

مثلاً ابھی کرونا کے ماحول میں ہمارے ملک میں کچھ ہدایات دی گئیں جن

---

[1] ترمذی، الفتن حدیث (۲۲۵۴)

Scanned with CamScanner

میں عبث وغیر معقول ہونے کے ساتھ دوسرے احتمالات بھی تھے، بہت سے غیر مسلموں نے بھی اس کو قبول نہیں کیا اور انکار کیا، ایسے امور میں جہاں قوی اندیشہ ہو کسی گرفت کا تو ظاہری طور پر دکھانے کے لئے اور خود کو بچانے کے لئے اس کی گنجائش ہوگی کہ آدمی ایسے کام کر لے۔

مسئلہ معروف ہے کہ اگر کسی کو کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے تو اس کی اجازت ہے کہ وہ کلمۂ کفر کہہ کر اپنی جان بچائے۔

روایات میں مذکورہ آیت کے سبب نزول کے طور آیا ہے کہ ایک مرتبہ کفار مکہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ پر بہت دباؤ ڈالا تو ان کی زبان سے کلمۂ کفر نکل گیا پریشان ہو کر حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا گیا کوئی حرج نہیں پھر تقاضا کریں دباؤ ڈالیں تو پھر کہہ دینا[1]۔

اس کے تحت یہ بات بھی آجائے گی کہ اگر مسجدوں کو بالکل بند کر دینے کا، مسجدوں میں نماز ترک کر دینے کا حکم ہو یا اذان نہ دینے کا تو اپنی جان وجسم اور مال وعزت کی حفاظت کے لئے اجازت ہوگی کہ جو حکم دیا جارہا ہے اس پر عمل کیا جائے، بعض ملکوں میں جماعت ونماز کو منع کیا گیا، بعض جگہ اذان ونماز دونوں کو منع کیا گیا، ہمارے ملک میں کہیں یہ ہوا کہ اذان نہ دینے اور مسجد کو بالکل بند کر دینے کو کہا گیا تو جن لوگوں نے ان ہدایات پر عمل کیا وہ مجبور تھے گنہگار نہیں ہوئے۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر سورہ نحل آیت ۱۰۶

Scanned with CamSc

تصانیف استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مفتی عبید اللہ الاسعدی مدظلہ العالی قاضی و شیخ الحدیث و صدر مفتی جامعہ عربیہ ہتھورا ضلع باندہ جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ و رکن اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

(۱)	دار العلوم دیوبند	(علمی مجلہ)
(۲)	الموجز	//
(۳)	سبق الغایات فی نسق الآیات	//
(۴)	الحدیث الضعیف و احکامہ	//
(۵)	تذکرۃ الصدیق	
(۶)	مآثر حضرت باندوی - علیہ الرحمہ -	
(۷)	مسائل نماز	
۸	احکام نماز احادیث و آثار کی روشنی	
(۹)	علوم الحدیث	
(۱۰)	حدیث ضعیف	
(۱۱)	ولی اللہی	
(۱۲)	اسلام مکمل دین اور مستقل تہذیب	
(۱۳)	حیات نبی - سوانح حیات	
(۱۴)	اصول الفقہ	
(۱۵)	تسہیل اصول الفقہ	
(۱۶)	غیر مسلم ممالک میں عشر و خراج	
(۱۷)	سرگذشت سفر جہاد	
(۱۸)	اسعاد النحو -	
(۱۹)	مزاج رسول صلی اللہ علیہ وسلم	
۲۰	تحدید نسل اور اسلامی تعلیمات	

Scanned with CamSc

۲۱	اسلام کے آداب معاشرت
۲۲	اجتہاد و تقلید
۳۲	فرقہ حنفی
۲۴	تہتر فرقوں والی حدیث
۲۵	اہل حق
۲۶	ڈاکٹر ذاکر نائک کے افکار و خیالات
۲۷	اصلاح المسلمین
۲۸	سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
۲۹	تاریخ جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ
۳۰	سوانح مولانا محمد رفیق صاحب
۳۱	اختلاف کے آداب و احکام
۳۲	سیرت تابعین
۳۳	اعتکاف
۳۴	حقیقت نکاح
۳۵	حدیث کے چند گوشے
۳۶	اہل سنت والجماعت کے کلامی فقہی مکاتب یا اصولی و فرعی مذاہب اور اس کے احوال و اسباب
۳۷	لغویات کا لین دین
۳۸	سود اور نقطۂ نظر
۳۹	الربا

-(مطبوعہ)

Scanned with CamSc

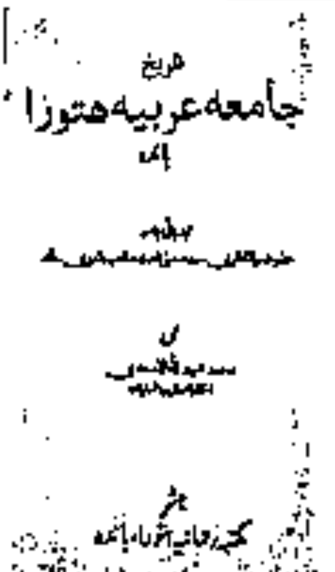

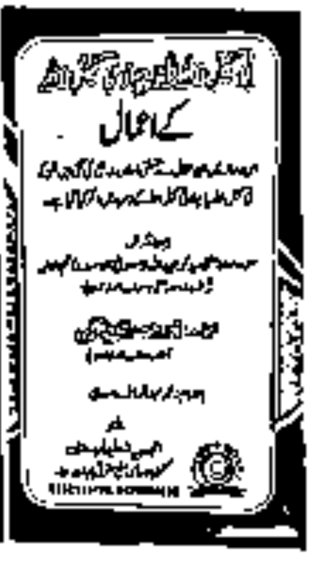

Scanned with CamScanner